ماہنامہ
# الحقیقہ
پاکستان
مجلہ

شمارہ 1۔ جلد 14

صفر المظفر ۱۴۳۵ھ دسمبر 2013ء





## حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

## تقریب رونمائی

## توحید و شان اولیاء

## وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان

## جماعت اسلامی کے ڈرون حملے

(اداریہ)

## مسائل دینیہ

دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن و حدیث
کی روشنی میں مُدلّل حل

# فہرست

# حضور شہنشاہ رسالت مآب میں

(اعلیٰحضرت مجدد ملت فاضل بریلوی قدس سرہ کے اتباع میں)

واہ کیا رتبہ ہے اے خواجۂ بطحا تیرا
بزم کونین میں کوئی نہیں ہمتا تیرا

حسن اخلاق کا اتمام ترا خلق عظیم
حسن تخلیق کا شہکار سراپا تیرا

خود ترا دست نگر ہے ید بیضائے کلیم
اور بیمار محبت ہے مسیحا تیرا

تو نبی اور دو عالم پہ ترا فیض محیط
تو سخی اور ہے محتاج زمانہ تیرا

وہی اللہ کا باغی جو ہے تیرا دشمن
وہی اللہ کا محبوب جو شیدا تیرا

شانِ ارفع جسے کہتے ہیں وہ بندی تیری
اوج کامل جسے کہتے ہیں وہ بندہ تیرا

جان ہے پیکر ہستی کی ترا ظل منیر
کیا عجب ہے کہ نظر آیا نہ سایہ تیرا

جب ترے سائے سے روشن ہیں مہ ومہر ونجوم
کوئی کیا جان سکے کیا ہے اجالا تیرا

خالق وخلق میں اک برزخ کبریٰ تو ہے
تو ہے سب خلق کا مولا تو وہ مولا تیرا

بتکدہ قبلہ بنے تیری نظر کا صدقہ
پوچھے کعبے سے کوئی کیا ہے اشارہ تیرا

واہ اے صاحب معراج ، ترا اوج عظیم
قصر ہے دنیٰ ، عرش ہے زینہ تیرا

ہے من اللہ الی اللہ ترا سفر جمیل
کہکشاں ذات کے جلووں کی ہے رستہ تیرا

رحمت حق ہے تری ذات گرامی بے شک
نام داتا ہے ترا ، کام ہے دینا تیرا

مرگ دل پہ جو پریشاں نہیں ، باعث یہ ہے
میں نے سن رکھا ہے مردوں کو جلانا تیرا

تجھ پہ ہے جس کی نظر، غیر سے کیوں گھبرائے
سو سہاروں سے بڑا ایک بھروسہ تیرا

صاف کہتا ہے یہ ارشاد **لما یحییکم**
زندگی بخش ہے ہر حرف دلآرا تیرا

نسبت شیخ سے آسی ترے در تک آیا
اس کا یہ بندۂ در ، اور وہ بندہ تیرا

﴿﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم



# جماعت اسلامی کے ڈرون حملے

سعید آسوی کے قلم سے

طالبان کمانڈر کی موت شہادت قرار دینے کے امیر جماعت اسلامی منور حسن صاحب کے متنازع بیان پر ملکی وغیر ملکی میڈیا پر بحث جاری ہے۔ یہاں اس بحث میں حصہ لیتے ہوئے اپنا مافی الضمیر بیان کرنا مقصود ہے۔ تاہم اس سے پہلے جماعت اسلامی کی تاریخ کے چند اوراق ملاحظہ کیجیے۔

**بانی جماعت اسلامی کے نظریات:۔** جماعت اسلامی کی بنیاد مولانا مودودی صاحب نے ۱۹۴۱ء میں رکھی۔ مولانا کو قدرت نے بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا مگر افسوس! انہوں نے انہیں خود پسندی بلکہ خود پرستی کی نذر کر دیا۔ تنقید کے زہریلے وار کرنے میں اتنے منہ زور ہیں کہ خلفائے راشدین تو ایک طرف انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ (دیکھیے، "تجدید واحیائے دین" اور "خلافت وملوکیت") ایک مفسر ومفکر کے مقام پر اکتفا کرنے کی بجائے مجدد بلکہ امام مہدی بننا چاہتے تھے مگر بھانڈا پھوٹ گیا اور مجبوراً انہیں امام مہدی نہ ہونے کا اعلان کرنا پڑا۔ (دیکھیے، "مکالمہ کاظمی ومودودی اور آئینہ مودودیت") غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "آئینہ مودودیت" کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔

"مودودی صاحب نے قوم سے اپنے نظریات تسلیم کرانے کا عجیب طریقہ ایجاد کیا ہے۔ وہ کسی جگہ اپنے مجتہد یا مجدد ہونے کا اقرار نہیں کرتے، مگر انہوں نے اپنے انداز بیاں سے اپنی جماعت کے ایک ایک فرد کے ذہن میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس وقت تک مجھ جیسا مجتہد اور مجدد پیدا نہیں ہوا۔ اسی طرح مہدویت کے بارے میں ان کا رویہ یہ ہے کہ ابھی تک انہوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ مگر ایک طرف تو انہوں نے امام مہدی کے کچھ ایسے من گھڑت خواص لکھ دیئے ہیں جو بظاہر ان کے حسب حال ہیں، دوسری طرف اپنی ذات گرامی کو ان ہی خصوصیات واوصاف کا حامل بنا کر قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک شخص اپنے عقیدتمندوں سے کہے کہ سبز لباس پہننے والا آدمی ولی اللہ ہوتا ہے جو اپنے منہ سے اپنے ولی ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔ پھر خود ہی سبز لباس پہن کر ان کے سامنے آ جاتا ہے اور اپنی ولایت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اب بتائیے کہ ایسے آدمی کو (باوجود وہ اپنی زبان سے ولی ہونے کا دعویٰ نہیں

کرتا) مدعی ولایت سمجھا جائے گا یا نہیں؟

مودودی صاحب نے بالکل یہی طرزِ عمل اختیار کیا ہے۔ گویا انہوں نے زبان قال کے بجائے زبان حال سے ادعائے مہدویت فرمایا اور اس طرح قوم کے ذہن میں اپنی مہدویت کا تصور جمانے کی کوشش کی۔ مجددین ومجتہدین حتی کہ صحابہ کرام اور خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر انہوں نے جو کڑی نکتہ چینی کی ہے اس نے حقیقت کو اور بھی واضح کر دیا کہ وہ اپنا مقام امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوۃ والسلام) میں سب سے بلند سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ایک شخص دوسرے کی اصولی غلطی اسی وقت نکال سکتا ہے جب کہ اس کی قوت علمیہ اس بارے میں دوسرے سے قوی اور بالاتر ہو"

اسلامی جمعیت طلبہ:۔ جماعت اسلامی کی ذیلی و پروردہ "اسلامی جمعیت طلبہ" نے جو کلچر تعلیمی اداروں کو دیا اور جس طرح مختلف اداروں کا امن وامان برباد کیا ہے، یہ کوئی معمولی سانحہ نہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں جماعت اسلامی کے عفریت نے ایک دو سال نہیں، سالہا سال اودھم مچایا ہے اور ظلم وستم کا جو بازار گرم کیا ہے، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ یہ حق ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا مگر یہ بھی حق ہے کہ جماعت اسلامی تلوار سے پھیلتی رہی۔ سیدی وسندی شمس العرفاء، بدرالاولیاء حضور مفکر اسلام قدس سرہ العزیز اپنا تجربہ بیان فرماتے ہیں۔

"جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ (جہاں آپ نے پندرہ سال تدریس فرمائی)۔ پہلے پہل جماعت اسلامی کا زور نہ ہونے کے برابر تھا۔ ترقی کی رفتار تھی، مگر بہت کم۔ پھر اسلحہ کی پیٹیاں آنا شروع ہو گئیں۔ پرنسپل کے پاؤں میں فائر کھولے جاتے رہے، اساتذہ کو ہراساں کیا جانے لگا اور (اسلامی جمعیت) طلبہ کے فریق مخالف کو ہمیں ادارہ کے دفتر میں مار مار کر لہولہان کیا جاتا رہا۔ پرنسپل کو روکنے کی ہمت تھی نہ سزا دینے کی۔ ان شواہد کا تعلق افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں سے نہیں، وطن عزیز کے علمی گلستانوں اور تعلیمی لالہ زاروں سے ہے۔ ایسا کیوں ہوا ،اس لیے کہ جماعت اسلامی نے اپنے پیارے بندوں کی تربیت ہی اس طرح کی ہے"۔

مخالفت پاکستان:۔ عوام پاکستان اس بات کو ابھی نہیں بھولے کہ قیام پاکستان کی شدید مخالفت کی تھی۔ چند ناقابل تردید شواہد ملاحظہ کریں۔

1۔ جماعت اسلامی کا ترجمان رسالہ "ترجمان القرآن" بے نومبر ۱۹۶۳ء کے شمارے میں درج مولانا مودودی صاحب کا بیان دیکھئے۔

"ہم اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ ہم تقسیم ملک کی جنگ سے غیر متعلق رہے"۔

2۔ ایک اور شمارے میں لکھتے ہیں۔

"مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کبھی کوئی لفظ میں نے لکھا ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے"۔ (ترجمان القرآن)۔

3۔ مزید گل افشانی کرتے ہیں۔

"اس نام نہاد مسلم حکومت کے انتظار میں اپنا وقت ضائع کرنے یا اس کے قیام میں اپنا وقت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم کیوں کریں" (سیاسی کشمکش ج ۳۔ ص ۱۷)

4۔ مشہور صحافی زیڈ اے سلہری لکھتے ہیں۔

مجھے ہمیشہ اس بات کا قلق رہا کہ مولینا مودودی نے تحریک پاکستان میں شرکت نہیں کی۔

5۔ نامور اہلحدیث عالم مولینا ابراہیم میر سیالکوٹی نے ۲۷ مئی ۱۹۴۹ء کو لاہور میں جمعیت وہابیہ مغربی پاکستان کے اجلاس میں خطبہ

صدارت دیتے ہوئے واضح طور پر اس حقیقت کی قلعی ان الفاظ میں کھولی۔

''بہت سے متوسط درجے کے اہلحدیث عوام اور بعض علماء اور انگریزی دان وکلاء مودودی تھے جو اپنا نام اسلامی جماعت رکھتے۔ یہ لوگ اگرچہ کانگرس کے خلاف آواز اٹھاتے تھے لیکن انہوں نے عملی طور پر مسلمانوں کی عام جماعت مسلم لیگ کو بھی ووٹ نہیں دیا'' (اقتفال الجمہور، ص۱۲)

6۔ ۱۹۴۷ء میں مشہور صحافی عرفان چغتائی مرحوم اپنے بعض دوستوں کے ہمراہ مولانا مودودی سے ملنے گئے۔ اس ملاقات کی تفصیل روزنامہ نوائے وقت ۲۹ اگست ۱۹۴۸ء میں شائع کی۔ کہتے ہیں کہ جب میں نے مودودی صاحب کی توجہ جماعت کے اس پوسٹر کی طرف مبذول کرائی جس میں درج تھا۔

''مسلمانو! تم نے باطل اصولوں کی خاطر گھر بار چھوڑا، عزیز واقارب کو ذبح کروایا''

اور پوچھا کہ مولانا! کیا وہ اصول باطل تھے، جن کے لیے مشرقی پنجاب اور ریاستوں کے مسلمانوں کو ہجرت کر کے یہاں آنا پڑا تو مودودی صاحب نے جواب دیا۔

''واقعی میرے نزدیک کسی کو مہاجر کہنا از روئے شریعت ناجائز ہے، کیونکہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا یہ سفر ہجرت نہیں ہے''۔

عرفان صاحب کا دوسرا سوال یہ تھا۔ ''کیا پھر آپ کے نزدیک مہاجرین کی جانی اور مالی قربانیوں کی کوئی قیمت نہیں ہے؟'' اس پر مودودی صاحب نے کہا۔

''نہیں وہ بھگوڑے اور بزدل ہیں، انہوں نے ایک غلط قدم اٹھایا تھا۔ قومیت کی جنگ لڑی تھی۔ جب اس کی سزا بھگتنے کا وقت آیا تو مشکلات سے گھبرا کر فرار کی راہ اختیار کی''۔

مگر عرفان مرحوم بھی کہاں ماننے والے تھے، انہوں نے بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی۔ کہا۔

''مولانا! گستاخی معاف! کیا آپ بھی اسی زمرے میں داخل نہیں جو پٹھان کوٹ سے بھاگ کر پاکستان آئے؟''

ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کے پاس خاموشی کے سوا اس کا اور کیا جواب ہو سکتا تھا۔

7۔ یہی نہیں، مولانا نے محسن پاکستان قائداعظم علیہ الرحمہ کا ذکر جس عامیانہ انداز میں کیا، ناقابل معافی ہے۔ جون ۱۹۴۸ء کے ترجمان القرآن میں قائد کے وصال سے صرف دو اڑھائی ماہ قبل لکھا۔

''اس اداکار کا پارٹ اس ڈرامے میں سب سے زیادہ ناکام ہے''

8۔ ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ ص ۶۶ کا ایک بیان ملاحظہ کیجیے۔

''افسوس کہ لیگ کے قائداعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو اور معاملات نقطہ نظر سے پرکھتا ہو''

یہ بیانات قائداعظم اور پاکستان کی صریحاً توہین ہیں۔ فیصلہ عوام پر چھوڑتے ہیں کہ وہ پاکستان اور بانی پاکستان کے بارے میں ایسے ریمارکس پر جماعت اسلامی کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

9۔ ۱۹۶۷ء میں یعنی قیام پاکستان کے بیسویں سال جماعت اسلامی نے یوٹرن لیا اور بانی پاکستان کو ''قائداعظم'' تسلیم کر لیا۔ حالانکہ اب تک قائد کو ہٹلر اور مسولینی کہا جاتا تھا۔ ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ کا یہ فتویٰ آج بھی موجود ہے۔

"یہ (قائداعظم) مسلمانوں کی قوم میں پیدا ہوئے، اس لیے مسلمانوں کی حکومت ان کا نصب العین بن گیا ہے۔ یہی ہندوؤں میں پیدا ہوتے (نعوذ باللہ) تو مونجے اور ساور کر بنتے۔ جرمنی میں پیدا ہوتے تو ہٹلر اور گوئبلز کے روپ میں نمودار ہوتے۔ کسی اطالوی کی آغوشِ محبت میں جنم لیتے تو مسولینی کی صورت اختیار کرتے"

10۔ جماعت اسلامی کے ہفت روزہ "ایشیاء" کے ایڈیٹر مولانا نصر اللہ عزیز نے کوثر نیازی صاحب امیر جماعت اسلامی حلقہ لاہور (جو بعد میں جماعت اسلامی سے کنارہ کشی اختیار کر گئے تھے) سے ایک مرتبہ اس بات پر جواب طلبی کی تھی کہ انہوں نے یوم قائداعظم کے موقع پر تقریر کیوں کی ہے۔ اتفاق سے انہی دنوں میں نصر اللہ صاحب خود یوم (عبدالمجید) سالک پر تقریر کر چکے تھے۔ نیازی صاحب نے کہا "اگر یوم سالک پر تقریر جائز ہے تو یوم قائداعظم پر تقریر کرنا کیسے ناجائز ہوگیا"۔ تاہم وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ ایک رکن شوریٰ کی موجودگی میں نصر اللہ صاحب نے کہا کہ "کسی رکن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ یوم قائداعظم کی تقریب میں شرکت کرے"۔

مذکورہ بالا حقائق کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ جماعت اسلامی اور اس کے بانی کے نظریات اور ہمیشہ متنازع اور پھر پاکستان و بانی پاکستان کے ساتھ ان کا رویہ ہمیشہ معاندانہ رہا۔ جبکہ آج یہ جماعت اپنے نظریات میں 'تقیہ' سے کام لے رہی ہے۔

چنانچہ آج اس کے امیر جناب منور حسن صاحب نے طالبان کمانڈر حکیم اللہ محسود کو اگر شہید قرار دے کر افواج پاکستان اور عوام پاکستان کی جانی و مالی قربانیوں کا مذاق اڑایا ہے تو ہمیں اس پر حیرت اس لیے نہیں ہوئی کہ اس جماعت سے ملک و ملت کے حق میں پہلے کب کبھی ٹھنڈی ہوا آئی ہے۔

## پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

آج سے پہلے جماعت اسلامی کا موقف تھا کہ ہمیں طالبان کے اغراض و مقاصد اتفاق ہے کہ تاہم ان کے طریقہ کار سے شدید اختلاف ہے۔ لیکن جماعت کے موجودہ امیر منور حسن صاحب نے اپنے ٹیلی ویژن انٹرویو میں جو کچھ کہا ہے، اس کے مطابق اب طالبان سے طریقہ کار کا اختلاف بھی ختم ہو چکا ہے۔ موصوف کے بیانات مکمل فکری انتشار کی تصویر ہیں اور ان کی جماعت کے اکابرین کی طرف سے خاموشی و تائید موصوف کے ہم آواز و ہم خیال ہونے کی دلیل ہے۔ یعنی جماعت اسلامی (جسے اب جماعت غیر اسلامی کہا جائے گا) طالبان کی جانب سے 3500 بے گناہ مردوں، عورتوں اور بچوں کے "قتل" کو جائز سمجھتی ہے۔ 5000 پاکستانی فوجیوں کا قتل بھی اس کے نزدیک "حادثاتی موت" ہے۔

آرمی، بحریہ اور فضائیہ کی تنصیبات نیز سرکاری و نیم غیر سرکاری املاک پر امریکہ، اسرائیل، انڈیا اور افغانستان کے فراہم کردہ ہتھیاروں کی مدد سے طالبان کا حملے کر کے ناقابل تلافی نقصان پہنچانا بھی درست، ہاں ان طالبان کے لیڈر کا قتل اس کے نزدیک شہادت ہے۔

پنجاب یونیورسٹی کے ہاسٹل میں جمعیت کے طلبا کے کمروں میں جب بھی پولیس کا چھاپہ پڑا اسلحہ اور شرابیں برآمد ہوئیں۔ ۳ دسمبر ۲۰۱۳ کا روزنامہ نوائے وقت اس بات کا شاہد ہے

منور حسن صاحب! کچھ تو خدا کا خوف کریں۔ سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کہنا، دن کو رات اور رات کو دن کہنا، باطل کو حق اور حق کو باطل کہنا کہاں کا انصاف ہے۔ اصل شہداء کے خون کی اس بے قدری پر تاریخ پاکستان کبھی آپ کو معاف نہیں کرے گی۔

آپ ایک عام آدمی نہیں، یقیناً قرآن و حدیث سے خاطر خواہ شغف رکھنے والی شخصیت ہیں، کیا آپ نے یہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نہیں پڑھی کہ جو مسلمان بھی اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔ چنانچہ افواج پاکستان جو مملکت

پاکستان کا دہشتگردوں اور انتہاپسندوں کی شورش کے خلاف دفاع کرتے ہوئے مارے جائیں وہ ہی درحقیقت شہید ہیں۔

منور حسن صاحب! آپ کے نزدیک محسود کی موت "ماورائے عدالت قتل" ہے۔ جواب میں اولاً عرض ہے کہ پاکستانی معاملات اور حدود میں امریکی دخل اندازی اور ڈرون حملوں کے ہم بھی خلاف ہیں اور ہر محبِ وطن پاکستانی خلاف ہے، کسی بھی قسم کی کاروائی کا حق عدالتوں ہی کو حاصل ہے اور اگر قوم وملک کے باغی اور فسادی کو پکڑ کر عدالت میں لانا ممکن نہ ہو تو پھر کسی بھی ممکنہ طریقے سے (امریکی طیاروں سے نہیں بلکہ پاکستانی اداروں کے ذریعے) بہر حال اسے مارنا اشد ضروری ہوگا۔ آپ کی تعریف کی روشنی میں مملکت کے ہر باغی کی موت کو "ماورائے عدالت قتل" اور "شہادت" سمجھا جائے یا یہ اعزاز صرف حکیم اللہ محسود کے لیے مخصوص تھا؟ فرمایئے اگر شہید یہ لوگ ہیں تو کیا پاک فوج کو اس گروہ سے لڑنے کی بجائے ملک وقوم کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا چاہئے کہ جی بھر کر ان کے خون سے ہولی کھیلیں؟ پھر بنوکِ بندوق اپنی مرضی کی شریعت نافذ کریں؟ طالبان کے نئے امیر فضل اللہ نے باقاعدہ اعلان کردیا ہے کہ "وہ حکیم اللہ محسود کی موت کا بدلہ فوجی اور سیاسی قائدین کو قتل کر کے لیں گے" اب آپ نے تو پہلے ہی فیصلہ کردیا کہ طالبان کے خلاف لڑنے والے افراد شہید قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ گویا آپ نے فوجی اور سیاسی قائدین سے خود حفاظتی جنگ کا اختیار بھی چھین لیا ہے۔ وہ (خدانخواستہ) جب بھی طالبان کے ہاتھوں مارے جائیں گے "حرام موت" ہی مریں گے اور طالبان کا ہر مرنے والا کارندہ آپ کے بقول "شہید" سمجھا جائے گا۔ بایں عقل ودانش بباید گریست۔

آئی ایس پی آر (فوج کا ترجمان) کی طرف سے جب امیر جماعت اسلامی کے بیانات پر ناراضی کا اظہار کیا گیا تو جماعت نے بیان داغا کہ فوج کو حق حاصل نہیں کہ وہ براہ راست سیاسی اور جمہوری معاملات میں مداخلت کرے۔ لیجئے! فوج کو اب احتجاج کا حق بھی حاصل نہیں۔ یعنی جماعت سمیت جو بھی چاہے۔ فوج اور اس کی قربانیوں کی توہین کرے، کوئی پابندی نہیں۔ (ملک وقوم پر حملے ہوں جوابی حملوں کا حق یہ پہلے ہی لے چکے) لے دے کے ایک یہ ایک احتجاج نما بیان دیا تھا فوج نے، جماعت اس پر بھی سیخ پا ہوگئی۔ سمجھ نہیں آتی کہ انہیں غصہ کس چیز پر ہے؟ فوج پر، عوام پر یا پھر پاکستان پر؟ جماعت اسلامی کے زعماء کو شاید معلوم نہیں کہ افواج پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ کرنا، ان کے خلاف رائے عامہ پر اثر انداز ہونا اور افواج کا حوصلہ پست کرنے والے تمام بیانات اور اقدامات ملکی قوانین کے مطابق غداری کے زمرے میں آتے ہیں۔ جس کی سزا تعزیرات پاکستان میں نہایت سخت ہے۔ مسلح افواج نے تو بہت ہی نرمی سے کام لیا ہے ورنہ وہ متعلقہ افراد کو عدالت میں گھسیٹتی یا قانون کے تحت خود تفتیش کرتی تو جماعت کا نام ونشان بھی شاید مٹا دیا جاتا۔

جہاں تک ڈرون حملوں کا تعلق ہے تو اس ضمن میں پاکستان کا موقف یہ ہے کہ ڈرون حملے پاکستانی فضائی حدود اور حاکمیت کی سنگین خلاف ورزی ہیں۔ انہیں روکنے کے لیے ہر ممکن طریقہ اپنایا جائے۔ تاہم اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ڈرون حملے میں مارا جانے والا دہشتگرد، ملکی دفاع کو کمزور، ملکی معیشت ناقابل برداشت بوجھ ڈالنے اور پاکستان دشمن قوتوں کے ہاتھوں میں کھیلنے والا شخص اچانک شہادت کے رتبے پر فائز ہو جائے۔

کیا ڈرون حملے پاکستان میں اتنے ہی "بابرکت" ہیں کہ ہزاروں بے گناہ افراد کے خون سے ہاتھ رنگنے والا مجرم جونہی ڈرون حملے میں مارا جائے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں اور وہ شہید قرار پائے؟

پاکستانی تاریخ میں آج تک یہی ہوا کہ تمام جماعتیں (بشمول حزب اختلاف) ملکی دفاع کے معاملے میں پاک فوج کے شانہ بشانہ پائی گئیں۔ لیکن آج دشمن ممالک میں خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہوں گے۔ "جماعت اسلامی" خود ہی دفاع وطن سے لاتعلق ہو کر صف دشمناں میں شامل ہوگئی ہے

۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخزن ولایت ،مرجع طریقت،اکمل الکملاء مقدام الصوفیہ،

# حضرت سیدنا علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویری علیہ الرحمہ

☆☆☆ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ ☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ شمارہ ماہ صفر میں شائع ہورہا ہے اور اس مقدس مہینے کا ایک مقدس دن سیدنا مخزن ولایت' مرجع طریقت ،اکمل الکملاء مقدام الصوفیہ حضرت سیدنا علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ عنہ کا یوم عرس ہے۔ تصوف کیا ہے اور اسلام کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے، اسے سمجھنے کے لئے آپ کی مشہور و معروف کتاب' کشف المحجوب' کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ یہی نہیں ، یہ کتاب فیض مستطاب دل کی دنیا سے شکوک و شبہات کے اندھیرے نکالنے میں بھی لاجواب ہے۔ اس میں کتاب وسنت کی ترجمانی کا حق ادا کردیا گیا ہے اور راہ حق کے مخلص مسافروں کے لئے منزل کی نشاندہی کردی گئی ہے۔

یہ تکلیف دہ بات ہے کہ اسلام دشمن قوموں اور قوتوں نے مسلمانوں کو ان کے دین وتمدن اور تہذیب وتعلیم سے دور کرنے کے لئے انہیں اللہ کے پاک بندوں اور دین حق کے بےلوث علمبرداروں سے دور کرنا ضروری سمجھا تو اس کے لئے انہوں نے مسلمان کہلانے والے والوں میں سے جبہ و دستار سے آراستہ ایک گروہ کو خریدا اور انہیں اللہ والوں کی مخالفت پر مامور کردیا۔ چنانچہ انہوں نے توحید کے بہانے اپنے ناپاک مشن کو جاری کیا اور جاری رکھا۔ ورنہ حقیقت میں یہ صوفیہ عظام تھے جو اسلام کے بہترین سفیر اور توحید کے بہترین علمبردار تھے۔ یہ اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے ماحول میں حضور'الصادق' اور'الامین' (ﷺ) کے صادق ترین وارث اور امین ترین نمائندے تھے۔

ان کے تمام کمالات و کرامات اطاعت خداوندی و اتباع سنت مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ثمرات و برکات تھے۔ جو لوگ ان کے کمالات باہرہ اور تصرفات ظاہرہ کا مشاہدہ کرتے تھے، اگر ضد و تعصب سے خالی ہوتے تو فوراً **الله علی کل شیی قدیر** اور نبی **(خبیر و بصیر)** ﷺ پر ایمان لے آتے تھے۔ حق یہ ہے کہ انہوں نے محبوب خدا ﷺ کی ہدایت کے مطابق دل وجان سے اللہ کو مالک' حاکم کل مانا اور اس کے مقابلے میں اپنی یا کسی اور کی خواہشات کی پرواہ نہیں کی تو اللہ نے محض اپنے فضل سے اپنے محبوب اعظم واکرم ﷺ کے ان سچے نائبوں کو ولایت وحکومت سے نوازا۔ ہاں ہاں بادشاہی دینا اور پھر سلب کرنا اسی رب یکتا کی شان ہے۔ دیکھیے قرآن پاک نے' دعا' کا کیا انداز سکھایا

**قل اللھم ملک الملک توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء ط بید ک الخیر ط انک علی کل شییءٍ قدیر ٥ (آل عمران:۲۶)**

ترجمہ: یوں عرض کراے اللہ' ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے' بیشک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

یقیناً دنیا کے بادشاہوں کو بادشاہی وہی عطا فرماتا ہے اور جسے جو اقتدار ملتا ہے' اسی کے عطا فرمانے سے ملتا ہے۔ پھر جب چاہے' وہی چھین بھی سکتا ہے کوئی اس کے آگے دم نہیں مار سکتا۔ یونہی دین کے بادشاہوں کو بھی حکومت واقتدار سے وہی نوازتا ہے۔ مگر دین کے مقابلے میں دنیا کی جو حیثیت ہے' پوشیدہ نہیں' چنانچہ دین کے حوالے سے جو حکومت وعزت عطا فرماتا ہے اس کے مقابلے میں دنیا والوں کی حکومت وعزت کوئی حیثیت نہیں

رکھتی۔ دین والوں کو وہ کیسی حکومت عطا فرماتا ہے۔ اس کی وضاحت اپنے داتا' اپنے گنج بخش حضور داتا گنج بخش علیہ الرضوان کی اسی کتاب کے حوالے سے کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں (مدعیٔ الوہیت سے ظہور معجزہ کی بحث میں)

**زانچه اولیائے خدا وند تعالی مدبران ملک اند و مشرفان عالم و خداوند تعالیٰ مر ایشاں را والیان عالم گر دانیده است حل و عقد آں بدیشاں باز بسته و احکام عالم راموصول همت ایشاں را گردانیده پس می باید که صحیح ترین رایها رائے ایشاں باشد و شفیق ترین همه دلها دل ایشاں بر خلق خدائے زانچه ایشاں رسید گاں باشند .**

ترجمہ: اس لئے کہ اولیاء الٰہی مدبران ملک اور احوال عالم اور تمام عالم کے والی ہوتے ہیں اور نظام عالم ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہر قسم کے حل وعقد ان سے وابستہ ہوتے ہیں اور احکام عالم میں ان کا تصرف ہوتا ہے۔ بنابریں یہ ضروری ہے کہ ان کی رائے تمام اہل الرائے پر فائق ہو، اور تمام قلوب کے مقابلے میں مخلوق کے ساتھ ان کا دل شفیق تر ہو، کیونکہ یہ لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں۔

(ترجمہ کشف المحجوب از علامہ ابوالحسنات علیہ الرحمۃ)

ان اولیاء اللہ اور مدبران ملک میں خود حضرت داتا گنج بخش بڑے نمایاں ہیں۔ ان کے فیوض وبرکات کا چرچا صدیوں سے جاری ہے اور روز افزوں بھی۔ دیار وامصار کے مردان باخدا ان کے آستانہ فیض عالم پر حاضری دیتے رہے اور روحانی ترقیات پر فائز ہوتے رہے۔ لاکھوں مشرکوں کو توحید اور لاکھوں کافروں کو ایمان سے بہرہ ور کرنے والے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ بھی تکمیل مدارج کے لئے انہیں کے آستان عالی پر معتکف ہوئے اور مراد کو پہنچے۔ کون ہے جو ان کے اس خراج عقیدت کو (جو انہوں نے سرکار داتا علیہ الرضوان کی بارگاہ میں پیش کیا) نہیں جانتا

گنج بخش فیض عالم ' مظہر نور خدا　　　ناقصاں را پیر کامل' کاملاں را رہنما!

خیال فرمایئے حضرت داتا کی گنج بخشی دنیوی حیات تک محدود نہیں' بلکہ تربت اقدس میں بھی یہ باران کرم جاری ہے اور حضرت غریب نواز قدس سرہ نے جس دور میں اعتکاف کیا' وہ وصال کے بعد ہی کا دور ہے۔ پھر ایک غریب نواز ہی نہیں' دوسرے اکابر اولیاء بھی، پھر یہ دین کے بادشاہ ہی نہیں' دنیا کے تاجدار بھی پھر بادشاہ اور وزراء ہی نہیں' بیکس وبینوا لوگ بھی' اور پھر اپنے یعنی مسلمان ہی نہیں ہندو سکھ عیسائی بھی مشکل گھڑی میں حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کے اس سچے وارث کی بارگاہ میں حاضری دیتے رہے' فریاد کرتے رہے، مرادیں مانگتے رہے اور جھولیاں بھرتے رہے

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں　　　فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے دربار دُربار فقراء ومساکین کا ہجوم دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ آخر اتنی کثیر تعداد کو حضور پر نور ﷺ کا یہ ارشاد کس نے سنا دیا ہے۔

**اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشو الی اكنا فهم فان فيهم رحمتی (الامن والعلى بحواله ابن حبان ، خراطی وغیرهما)**

ترجمہ: میرے رحمدل امتیوں سے فضل مانگو ان کے دامن میں آرام سے رہو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔

**صدقت یا سیدی ، و یا سیدنا و یا سید العلمین یا رسول الله صلى الله عليك وسلم**

واقعی جس میں حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کی رحمت واسعہ کی جلوہ گری ہے' اسے غوث اعظم، اسے داتا، اسے گنج بخش' اسے غریب نواز، اسے

گنج شکر ہی ہونا چاہئے۔ پھر جیسے مرد قبر میں بھی مرد عورت قبر میں بھی عورت، مومن قبر میں بھی مومن عارف قبر میں بھی عارف غوث اعظم قبر میں بھی غوث اعظم داتا گنج بخش قبر میں بھی داتا گنج بخش غریب نواز قبر میں بھی غریب نواز اور گنج شکر قبر میں بھی گنج شکر ہی رہتا ہے (رضی اللہ عنہم) جنہیں کہیں سکون نہیں ملتا ان کی قبروں پر ملتا ہے اور جن کی فریاد دنیا میں کوئی نہیں سنتا یہ حضرات سنتے ہیں۔ انہیں اللہ وہ ملک عطا فرماتا ہے جو سلب ہونے والا نہیں ہوتا اور انہیں ایسے خزانے عطا ہوتے ہیں کہ قبر میں جا کر یہ اور افزوں ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے جہنم زار میں ان کے دربار حقیقی راحت کدے ہوتے ہیں اور انہیں رحمت نگر بھی کہہ لیا جائے تو بجا ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

ان رحمت اللہ قریب من المحسنین ٥ (الاعراف۔٥٦)

ترجمہ: بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

چونکہ یہ قبر میں محسن ہی ہوتے ہیں بلکہ نفسانیت کا تھوڑا بہت نام و نشاں بھی برزخ میں ختم ہو جاتا ہے لہذا ان کے احسان میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ محسن سے محسن تر بن جاتے ہیں لہذا اللہ کی رحمت ان کے وصال کے بعد ان کے اور زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے ان مزارات پر جو رحمت کی برسات ہوتی ہے، اس کی اور کہیں مثال نہیں۔ اللہ کی رحمت سے بڑھ کر کون مشکلکشا اور حاجت روا ہو سکتا ہے، لہذا ان کے درباروں میں مشکلکشائی بھی ہوتی ہے حاجت روائی بھی۔ پھر اللہ کی رحمت جس بندے سے قریب ہے، وہ اللہ کی رحمت کے سایے میں ہے بلکہ اس میں ڈوبا ہوا ہے۔ اب اگر وہ فریاد سنتا ہے کسی کی بگڑی بناتا ہے کسی کی مراد پوری کرتا ہے تو اسی رحمت خداوندی میں غریق ہونے کی وجہ سے یہ آستانے رحمت خداوندی کے نشان پاتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم اگر کسی کے کام نہیں آسکتے تو اسے ایسے کریموں کا پتا دیں جو رحمت خداوندی کے مظہر ہیں اور خدا کے فضل سے آن کی آن میں بگڑی بنا سکتے ہیں۔ آخر یہ روزمرہ کا معمول ہے کہ بیماری کے علاج کے لئے کسی قابل ڈاکٹر یا طبیب حاذق کا پتا پوچھتے ہیں۔ پھر کسی مقامی ڈاکٹر سے شفایابی نہیں ہوتی یا اس کے بس کا روگ نہیں ہوتا تو کسی بڑے شہر کے بڑے ڈاکٹر کا پتا دیتا ہے (یا خود اس کی طرف REFER کرتا ہے) مگر وہ کتنا سنگدل ہے جسے کسی کا کام بنانے کی توفیق بھی نہیں اور جو کسی کا پتا بھی نہیں بتا سکتا بلکہ کسی مریض کو کہیں سے ایسے دار الشفا کا پتا مل جائے تو وہاں جانے سے روکتا ہی نہیں جانے والے کو مشرک کہتا ہے۔ یہ دیکھئے قسمت کی ستم ظریفی کہ خود کسی مریض و محتاج کے کام آنے سے رہا اسے طبیب یا سخی کے پاس جانے سے روک رہا ہے، پھر اس سے آگے نکل جاتا ہے یعنی مریض و محتاج کو بھی گالیاں دیتا ہے بلکہ چارہ گر و چارہ ساز کو بھی برا بھلا کہتا ہے۔ غور کیجئے اس کی شقاوت و قساوت پر کسی نے اس کا برا نہیں چاہا کوئی اس کا دشمن نہیں کوئی اسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا یہ پھر بھی سب کو دشمن سمجھتا ہے سب سے لڑائی مول لے رہا ہے، سب کو آنکھیں دکھا رہا ہے اور سب سے خواہ مخواہ الجھ رہا ہے۔ مگر کیا آپ نے سوچا اس کی لڑائی اللہ والوں سے نہیں اللہ کی رحمت سے ہے اللہ کی رحمت سے نہیں خود اللہ سے ہے۔ جسے اپنی کم فہمی بلکہ کج فہمی سے توحید سمجھتا ہے، اس نے اسے مردود و مغضوب بنا کے رکھ دیا ہے۔ یہ خود کو اولیاء اللہ کا دشمن سمجھتا ہے اور اللہ اسے اپنا دشمن فرماتا ہے۔

من عاد لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب (بخاری)

جو میرے کسی ولی کا دشمن ہو میری طرف سے اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

ایک وہ ہے جو خود کو اللہ کا دشمن جانتا ہے، ایسے شخص کی بدبختی میں کیا شک ہے، دوسرا وہ ہے جسے اللہ اپنا دشمن قرار دے رہا ہے، کیا یہ بدبختی میں اس سے کم ہے۔

اولیاء کرام کے فضائل و کمالات قرآن پاک میں مذکور ہوئے، ان کی عظمت و شان کا ذکر احادیث مقدسہ میں وارد ہوا بلکہ بندۂ مومن کی

خداداد فضیلت کا عقیدہ خلافت آدم سے شروع ہوا اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے معجزات اور ان کے سچے وارثوں کی کرامات کا تسلسل انسان کی ابتدائی تاریخ سے شروع ہوا۔ محبوب اعظم و اکرم ﷺ کی عالمگیر بعثت سے جہاں 'توحید' پوری آب و تاب سے نکھری' اسلام کا مہر درخشاں پوری جلوہ سامانی سے طلوع ہوا' وہیں خداداد عظمت و خلافت انسانی کا عقیدہ بھی منظر عام پر پوری قوت و شوکت سے آیا۔ کتاب و سنت سے مرد مومن کا کیا تصور ابھرتا ہے' وہی جو حکیم الامت حضرت اقبال نے بیان فرمایا ہے

ہاتھ ہے اللہ کا ' بندۂ مومن کا ہاتھ		غالب و کار آفریں' کار کشا، کار ساز!

مومن کی یہ شان قبر میں قائم بلکہ پہلے سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں وہ 'پابند' ہوتا ہے' موت کے ساتھ 'آزاد' ہو جاتا ہے' چنانچہ حدیث پاک میں ہے

**الدنیا سجن المومن و جنة الکافر (مسلم۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق)**

ترجمہ: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت

بات لمبی ہو گئی، میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ اپنی قبر میں بھی اپنے روز افزوں روحانی کمالات و برکات اور کرامات و تصرفات کے ساتھ زندہ و پائندہ ہیں۔ ایک زمانہ آپ کے جود و سخا کا گواہ ہے اور آپ کی عنایات و عطیات کے گن گا رہا ہے۔ میں یہاں چاہتا ہوں کہ چند ایسے واقعات جو خود میرے ساتھ رونما ہوئے ہیں' یہاں بیان کروں تا کہ ایسے کریم عظیم کے کرم عظیم کا کچھ نہ کچھ شکر ادا کر سکوں بلکہ یہ شکر خدا کی تمہید ہے۔ حدیث پاک میں ہے

**من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (ترمذی شریف)**

ترجمہ: جس نے انسانوں کا شکر ادا نہ کیا' اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہ کیا۔

یہاں سے اس بات پر بھی غور فرمالیں کہ جو لوگ اولیاء کرام علیہم الرضوان کی خداداد رحمتوں اور برکتوں کا شکر ادا نہیں کرتے' وہ اپنے ہزاروں لاکھوں دعووں کے باوجود اللہ کے شکر گزار بھی نہیں ہوتے۔ ہاں ہاں یہ اللہ کا کرم ہے کہ اگر اس نے مشکلیں پیدا کی ہیں تو مشکلکشا بھی پیدا فرمائے ہیں۔ ایک شخص مشکلوں کا ذکر کرتا ہے مگر اللہ کے بنائے ہوئے مشکلکشاؤں کو خاطر میں نہیں لاتا' تو یقیناً اللہ کا شکر ادا کرنے کی سعادت سے بھی محروم ہے۔

ہاں میں یہاں اپنے سے پیش آنے والی داتا صاحب قدس سرہ کی عنایات کے واقعات سنانا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے ایک واقعہ حضرت اقبال علیہ الرحمۃ کا بھی سن لیجئے۔ شاید یہ آپ کو کسی کتاب میں نہ ملے اسے مجھے میرے استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا محمد بخش صاحب مسلم بانی مسلم مسجد لاہور نے سنایا تھا اور حضرت مسلم حضرت اقبال اور حضرت قائد دونوں کے دست راست اور معتمد علیہ تھے۔

آہ ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء کے وہ دن کتنے کیف انگیز تھے جب شام کے وقت حضرت مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ اپنے دولتخانے سے اکثر تشریف لاتے اور یہ فقیر بارگاہ مرشد سنٹر ٹریننگ کالج لاہور کے ہاسٹل سے مغرب کے بعد دفتر سواد اعظم اندرون موچی دروازہ لاہور میں حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ حاضر ہو جاتا تو گویا 'ارواح ثلاثہ' کا یہ روزانہ علمی و فکری اجتماع ہوتا۔ اس میں حضرت مسلم بہت زیادہ اپنے مشاہدات بیان کرتے اور علمی و فکری عقدوں کی گرہیں کھولتے اور حضرت نعیمی بھی کبھی لب کشائی فرماتے' مگر یہ فقیر محض ان بزرگوں کے ارشادات سنتا اور کبھی سوالات بھی کرتا۔ انہیں محفلوں میں ایک دن حضرت مسلم علیہ الرحمۃ فرمانے لگے کہ ایک بار علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا گلا دکھنے لگا اور بات کرنا دشوار ہو گیا تو ہم نے کسی ڈاکٹر کو بلانے کا ارادہ کیا۔ علامہ فرمانے لگے' نہیں، کسی ڈاکٹر یا حکیم کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ میرا علاج اسی طرح کرو جیسے

ایک درویش خدامست نے سرسید احمد خاں کا کیا تھا۔ ہوا یہ کہ سرسید کہیں تقریر کرنے کے لئے پہنچے مگر گلا بیٹھ گیا اور بات نہیں ہوتی تھی۔ اتنے میں ایک درویش کہیں سے آنکلا۔ اس نے کہا تیرے عقائد تو ٹھیک نہیں' مگر آج تو اچھی بات کہنے کے لئے آیا تھا لہٰذا تیرا گلا ٹھیک کئے دیتے ہیں' چنانچہ اس (درویش) نے زمین سے تھوڑی سے مٹی اٹھائی اور سید کے گلے پر لگادی، گلا فوراً ٹھیک ہوگیا' اس نے حضرت علامہ سے پوچھا' ہم یہ علاج کیونکر کریں' فرمایا حضرت داتا گنج بخش کے آستانے سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر لے آؤ اور گلے پر لگادو' گلا ٹھیک ہو جائے گا'

**ڈاکٹری معائنہ:** اب سنئے میری کہانی، میں ۱۹۶۰ء میں سنٹرل کالج لاہور کی کلاس بی ایڈ میں داخل ہوا تو وہ حسب معمول ایک ڈاکٹر کو بلا کر اپنی اصطلاح کے مطابق سب طلباء کی ڈاکٹری کرواتے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہوتا کہ ایک چھوٹے سے کمرے میں ڈاکٹر ایک ایک طالب علم کو بلا کر تنہائی میں اسے ننگا کر کے چیک اپ کرتا۔ مجھے یہ انداز نہایت ہی گھناؤنا محسوس ہوا۔ وہاں اس موقعے پر ایک پروفیسر صاحب جنہوں نے میرے داخلے میں دلچسپی لی تھی بھی تشریف لے آئے۔ میں نے ان سے فریاد کی مگر انہوں نے مسکرا کر فرمایا' مولانا، یہ تو ایک معمول کی بات ہے، سب کے ساتھ ہوتا ہے' آپ بھی کرالیں'۔ میں سخت گھبرایا کہ چھٹکارے کی جو ایک صورت بنی تھی' وہ بھی ختم ہوگئی۔ اب میں نے حضرت داتا صاحب قدس سرہ سے استمداد کی مگر کچھ شوخ انداز میں۔ میں نے عرض کیا' حضور! ہم تو لاہور میں آپ کے مہمان بن کر آئے ہیں تو کیا مہمانوں کے ساتھ یوں سلوک کیا جاتا ہے۔ دل ہی دل میں یہ فریاد کر رہا تھا کہ میری باری بھی آگئی۔ میں اندر گیا تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا' مولانا آپ تو بالکل ٹھیک ہیں' میں نے کہا' جی! بالکل ٹھیک ہوں' تو بغیر کسی قسم کے چیک اپ یا ٹیسٹ وغیرہ کے بولے' تو اچھا پھر جاؤ'۔

**ایک لڑکی اور ایک لڑکا:** اسی کالج کے ہاسٹل میں قیام کے دوران میں اکثر نمازیں اور بالخصوص رمضان المبارک کی عشاء داتا صاحب علیہ الرحمہ کی مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام کرتا تھا۔ رمضان شریف میں نماز عشا کے لئے ایک رات اپنے کمرے سے نکل کر باہر سڑک پر آیا تو دیکھا خانہ بدوشوں کے ایک خیمے میں سے ایک لڑکی نکل کر اچھل کود رہی ہے۔ اس کی عمر بمشکل چھ سات سال ہوگی اور یہ بار بار کہہ رہی تھی' جب پیار کیا تو ڈرنا کیا'۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر دل بہت زیادہ افسردہ ہوا۔ بار بار یہی خیال آتا تھا کہ جب اس عمر میں اس کی بیباکی کا یہ عالم ہے تو جوان ہو کر یہ کیا کیا آفتیں ڈھائے گی۔ میں نہایت مغموم و اداس، اسی قسم کے افکار و خیالات میں ڈوب کر دربار شریف میں حاضر ہوا تو سب سے پہلے حسب معمول حضرت داتا قدس سرہ کی چوکھٹ پر حاضر ہوا اور سلام کیا۔ پھر مسجد میں آیا تو چند لمحوں کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی۔ اس وقت ایک چھوٹا سا بچہ جو بمشکل چار پانچ سال کا ہوگا میرے ساتھ کھڑا تھا۔ مسجد کے امام صاحب کوئی سرحدی پٹھان تھے بے نیاز قسم کے' وہ تراویح کی نماز عام قاریوں کی طرح جلدی نہیں پڑھاتے تھے بلکہ بہت آہستہ آہستہ۔ یہ بچہ نماز فرض' سنت و نفل پڑھ کر تراویح میں بھی کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ امام صاحب کی رکعت سے جو نماز تراویح بڑے لوگوں کے لئے بھی صبر آزما ہو چکی تھی' اس بچے نے کمال ہمت و حوصلہ سے اسے ادا کیا۔ امام صاحب نے نماز وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہی تو بچہ رکوع میں چلا گیا اور امام صاحب کے رکوع میں آنے تک رکوع ہی میں رہا گویا یوں سمجھئے داتا صاحب نے میرے مغموم دل کو تسلی دینے کے لئے وہاں کھڑا کیا جہاں ساتھ ایک ایسا سعادتمند بچہ نماز پڑھنے والا تھا جو اس لڑکی سے بھی کم عمر تھا۔ گویا اشارہ اس طرف تھا کہ اگر لڑکی کے انداز سے پریشانی ہوئی ہے تو یہ بھی دیکھو ابھی ملت میں اس سے بھی کم عمر بعض ایسے بچے بھی ہیں جو از حد سعید ہیں۔

**بیس روپے:** سرکاری ملازمت کے جلد بعد میں نے اپنے دل میں ٹھان لی تھی کہ مہینے میں ایک بار ضرور حضرت داتا گنج بخش کے ہاں حاضری دیا کروں گا۔ چنانچہ سالہا سال تک یہی معمول رہا۔ ایک بار جب گورنمنٹ ہائی سکول علی پور چٹھہ میں فرائض تدریس سرانجام دے رہا تھا۔ داتا صاحب علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ یہ ۱۹۶۸ء کے ابتدائی دنوں کا واقعہ ہے۔ اس زمانے میں داتا صاحب کے دربار میں (جمعرات کی) ہفتہ وار محفل

آپ کے سرانور کی طرف ایک برآمدے میں ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ یہ تقریب جاری تھی اور میں مواجہہ شریف میں (یعنی حضور داتا صاحب قدس سرہ کے چہرۂ پرنور کی طرف) بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں سے محفل محض چند فٹ کے فاصلے پر تھی اور آواز پوری طرح سنائی دے رہی تھی۔ ایک نعت خواں پارٹی نے جب یہ شعر پڑھا کہ

میری ساری عمر دی کمائی — داتا دی گلی دے پھیرے
کیہ جانن عقلاں والے — جو رشتے نے تیرے میرے

تو دل بہت محظوظ ہوا۔ میں نے جی ہی جی میں عرض کی 'حضور، میں مہینے میں ایک دفعہ حاضر ہوتا ہوں۔ اگر میرے لئے آپ بیس روپے کا انتظام کر دیں تو ہر جمعرات کو حاضر ہو جایا کروں گا۔ (اس وقت علی پور چٹھہ سے لاہور تک بس کا کرایہ سوا دو روپے، آنا جانا ڈبل ہو گیا ساڑھے چار روپے، بس سٹینڈ سے داتا دربار کا چار آنے اور ڈبل (آنے جانے کا) آٹھ آنے۔ گویا ایک بار آنے جانے کا کل پانچ روپیہ اور چار بار کا بیس روپے)

حیرت کی بات یہ ہوئی کہ واپس علی پور چٹھہ پہنچا تو فخر العلماء حضرت علامہ حافظ ابوالشفقات علامہ محمد سعید احمد صاحب مدظلہ العالی فرمانے لگے 'آستی ارسول نگر سے ایک چودھری صاحب آئے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک خطیب چاہئے جسے تانگے والا لیجایا اور واپس چھوڑ جایا کرے گا، خطیب کو ہم بیس روپے ہی دے سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ کیا تصرف ہے آدھی رات کے وقت عرض کی اور واپس گھر پہنچنے سے پہلے پہلے انتظام کر دیا۔)

**بابا گلاب شاہ علیہ الرحمہ**: رسولنگر کی جس مسجد میں خطبہ جمعہ کے لئے تقرر ہوا، وہ حضرت بابا گلاب شاہ صاحب سے منسوب ہے اور اس کی مشرقی دیوار کے ساتھ بابا جی کا مزار پرانوار ہے۔ ایک دو مہینے کے بعد علی پور چٹھہ سے گورنمنٹ ہائی سکول شکر گڑھ میں میرا تبادلہ ہو گیا تو وہاں سے پہلی بار حسب معمول ہفتہ وار حاضری کے لئے حاضر ہوا تو واپسی پر بس اڈے پر پہنچا ہی تھا کہ دل رسول نگر کے لئے بیقرار ہو گیا۔ میں شکر گڑھ جانا چاہتا تھا اور کوئی غیر مرئی طاقت رسول نگر کا اشارہ ہی نہیں کر رہی تھی بلکہ یوں لگتا تھا جیسے گلے میں رسہ ڈال کر زبردستی کھینچ رہی ہے۔ بہر حال رسول نگر پہنچ گیا۔ یہ ایک عجیب تجربہ تھا اور خود مجھے بھی سخت حیرت تھی۔ کسی صاحب اسرار سے پوچھا تو بولا 'باب گلاب شاہ علیہ الرحمہ مجذوب ہیں اور تم نے ان سے اجازت لئے بغیر ہی جانے کا اعلان کر دیا۔ اب جاؤ منت سماجت کرو اور باقاعدہ اجازت لے کر رخصت ہو جاؤ۔ امید ہے اب ایسا نہیں ہوگا۔ چنانچہ یونہی ہوا (یعنی پھر کچھ نہ ہوا)

**انبیاء علیہم السلام کی دعا اور واپسی کی اجازت**: (گورنمنٹ ہائی سکول) شکر گڑھ میں تبادلہ ہو گیا تو یہاں سے بھی جمعرات کی ہفتہ وار حاضری جاری رہی۔ ہاں کبھی کسی ناگزیر مجبوری کی بنا پر جمعرات کو حاضر نہ ہو سکتا تو ہفتے کے دن آستان بوسی کرتا۔ اس زمانے شکر گڑھ نارووال سے لاہور کا سفر ٹرین کے ذریعے ہوتا تھا (کیونکہ نارووال مرید کے روڈ بعد میں تعمیر ہوئی) ایک بار ہفتے کی حاضری تھی سو اتوار کی صبح کو نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر داتا صاحب کے آستان عالی پر حاضر ہو کر اجازت طلبی کی نیت سے سلام عرض کیا تو دل کو محسوس ہوا جیسے ابھی واپسی کی اجازت نہیں۔ (اس وقت دل کو یقین تھا کہ حضرت اجازت نہیں دے رہے) چنانچہ رک گیا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد کتابوں کی دکانیں کھلیں تو میں مکتبہ نبویہ پر حاضر ہوا کہ کوئی نئی کتاب آئی ہو۔ انہوں نے رئیس التحریر مولانا ارشد القادری علیہ الرحمہ کی کتاب 'جماعت اسلامی' دکھائی۔ میں اسے خرید کر دربار شریف میں آ گیا۔ اگلی ٹرین کے وقت کا اندازہ کر کے اب میں دوبارہ دربار شریف پر حاضر ہوا تو یوں لگا جیسے اجازت ہو۔ داتا صاحب قدس سرہ نے پہلے اجازت اسی لئے نہیں دی تھی کہ اس دور میں سوشلزم کا بہت شور تھا۔ اس کے رد کے لئے، اور اس کے مقابلے میں اسلام کی برتری ثابت کرنے کی مساعی میں جماعت اسلامی ہمارے ساتھ تعاون کر رہی تھی اور شکر گڑھ کے دیوبندی لوگ اپنے غلام غوث اور مفتی محمود کی اقتدا میں اس دور کے سوشلسٹوں کا ساتھ دے

رہے تھے۔ ظاہر ہے اکٹھے چلنے پھرنے سے دل کچھ نہ کچھ ایک دوسرے کی طرف مائل ہو ہی جاتا ہے۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دل پہلے مائل ہوتا ہے تو پھر قائل اور آخر میں بری طرح گھائل ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو مودودی صاحب کے ساتھ محبت کی اس آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں وہ زبان سے مودودی صاحب کو معصوم نہ بھی کہیں مگر عملاً انہیں معصوم ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مودودی صاحب اگر تمام اکابر ملت پر بھی کیچڑ اچھالیں، تو ان کے تیر عقیدت سے گھائل ہونے والے معاذ اللہ سب اکابر کو باطل پر اور انہیں (یعنی مودودی صاحب) ہی کو حق پر سمجھتے ہیں، اگر ان کا قلم کسی صحابی رضی اللہ عنہ بلکہ کسی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ سے بغاوت پر آمادہ ہو تو بھی ان کے 'پرستار' کے کان پر جوں نہیں رینگتی، بلکہ وہ مودودی کے بجائے انہیں بر سر غلط سمجھتا ہے، یہیں تک نہیں، اگر ان کا قلم کسی نبی معصوم علیہ السلام کے خلاف محاذ آرا ہو تو بھی گھائل ہونے والوں کو تکلیف نہیں ہوتی۔ انہیں تکلیف اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ عظام علیہم الرضوان کی حمایت میں مودودی صاحب کی لایعنی اور غیر ایمانی تنقید کا جواب دیتا ہے۔ گھائل ہونے والے مودودی صاحب کے تیر نظر سے اس حد تک گھائل ہو چکے ہیں کہ وہ اگر خود حضور سید الانبیاء علیہم السلام کے خلاف بھی اول فول بکے تو انہیں ذرہ بھر احساس نہیں ہوتا، انہیں اپنے کلمے کی شرم ہوتی ہے نہ اللہ کے عذاب کا ڈر ہوتا ہے۔ بہر حال آغاز مائل ہونے ہی سے ہوتا ہے۔ مجھے بھی مودودی صاحب سے کچھ نہ کچھ میلان ہو گیا تھا چنانچہ ان کے خلاف کوئی بات کرتا یا کارٹون وغیرہ بناتا تو تکلیف سی محسوس ہونے لگی تھی۔

یہی بیماری تھی جس کا سد باب حضور سیدنا داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ نے اپنے تصرف سے کیا۔ میرے دل کو سمجھا دیا کہ ابھی جانا نہیں۔ کتاب لے کر حاضر ہوا تو گویا اجازت ہو گئی۔ مجھے بھی اس بات کا یقین ہو گیا کہ سب کچھ 'کتاب' کے حصول کے لئے کیا گیا ہے اور دراصل یہ میرا ایمان بچانے کی تدبیر ہے۔ مگر پھر میں سوچتا رہا واقعی داتا صاحب کی پاکستان بلکہ دنیا کے حالات پر کتنی گہری نظر ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ آنے والا کس مرض میں مبتلا ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے لئے کونسا نسخہ مفید ہوگا۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ جس کتاب میں علاج ہے وہ کس نے اور کہاں لکھی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ بیمار کو کب اور کہاں سے ملے گی۔ پھر میں سوچتا رہا کہ واقعی داتا کو ایسا ہی ہونا چاہئے کہ قبر میں ہو اور آنے والوں کو بلکہ ان کے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہو۔ اور یہ بھی سوچتا رہا کہ داتا صاحب نے کتنی صدیوں میں میرے جیسے کتنے لوگوں کا ایمان بچایا ہوگا۔ واقعی اے معلم کائنات علیہ الصلوات واکمل التحیات کے عظیم وارث و نائب، تجھے ایسا ہی مبلغ ہونا چاہئے۔ پھر میں حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے شعر پر غور کرنے لگا تو ایک گتھی اور سلجھ گئی۔ آپ کا شعر مشہور جواد پر بھی آپ کی نظر سے گزر چکا ہے

گنج بخش فیض عالم ،مظہر نور خدا　　　ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما!

کاملاں سے مراد تو حضرت غریب نواز جیسے اکابر ہیں (رضی اللہ عنہم) اور 'ناقصاں' جیسے آسی جیسے ناقص و ناکس و ناکارہ و آوارہ لوگ ہیں۔

دیکھا آپ نے اگر مودودی صاحب اپنے حلقہ بگوشوں کو داتا صاحب کے دربار سے روکتا رہا تو حضور داتا صاحب اپنے نیازمندوں کو کس طرح اس 'بیوفا' کے دام ہمرنگ زمیں سے بچاتے ہیں۔

غالباً اسی سفر میں ایک اور الجھن بھی تھی۔ میں شکر گڑھ سے چلا تھا تو کسی نے پوچھا تھا کہ کیا انبیاء کرام علیہم السلام کی ساری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ میں نے جواب دیا بالیقین ان کی سب دعائیں مقبول ہوتی ہے۔ اگر چہ میرے پاس اس کے کئی ثبوت تھے اور ہیں مثلاً بخاری شریف کی وہ حدیث پاک جس میں کثرت نوافل سے قرب الٰہی کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے والے کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا

**وان سالنی لا عطینه (بخاری)**

ترجمہ: اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور ضرور اس کو عطا کرتا ہوں۔

ظاہر ہے جب ایک مردِ مقرب کا یہ عالم ہے تو غوث کا' پھر غوث الاغیاث کا، بہت آگے جا کر صحابی کا' پھر بیعت رضوان والے کا، پھر بدری کا، پھر عشرہ مبشرہ کا، پھر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور پھر انبیاء کرام علیہم السلام کا کیا مقام ہوگا۔ مگر معاملہ اس وقت الجھتا ہے جب یہ حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر آتا ہے جو انھوں نے اپنے بیٹے کے حق میں کی تھی۔ چنانچہ میں اس سلسلے میں لاہور کے بعض علماء سے بھی ملا مگر معاملہ جوں کا توں رہا۔ داتا صاحب علیہ الرضوان سے اجازت لے کر واپسی کے سفر پر روانہ ہوا تو نارنگ منڈی کے قریب شرحِ صدر کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے حضرت داتا قدس سرہ خود یہ مضمون سینے میں ڈال رہے ہیں۔ میں نے لکھنا شروع کیا، کچھ اپنی ڈائری پر اور کچھ اسی کتاب (جماعت اسلامی) پر۔ مجھے افسوس کچھ عرصہ بعد ڈائری پاس رہی نہ کتاب۔ بہر حال اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ یہ تو مسلم ہے کہ اللہ جل شانہ ارحم الراحمین ہے اور اس کی رحمت میں کوئی نقص یا کمی نہیں۔ جب اس کی رحمت واقعی ہر قسم کی کمی سے پاک ہے تو ظاہر ہے پھر کسی کو عذاب نہیں ہونا چاہئے۔ مگر واقعتاً ایسا نہیں، دوزخ بھی اپنے طبقات سمیت موجود ہے اور اس میں کچھ لوگ ڈالے بھی جائیں گے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس کی رحمت کامل و واسع ہے تو یہ صورت حال کیوں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ کی رحمت تو کامل ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے بھی ایک اہلیت کی ضرورت ہے۔ لہٰذا جن میں اہلیت نہیں، وہ یقیناً دوزخ ہی کے لائق ہیں اور لامحالہ یہی ان کا آخری ٹھکانا ہوگا۔ یونہی سمجھ لیں انبیاء کرام علیہم السلام قرب کامل پر فائز ہیں اور ان کی ہر دعا قبول کامل سے مشرف۔ مگر ایسے بدنصیب بھی ہیں جو ان کی دعا کے فیض سے فائدہ اٹھانے کے اہل نہیں، اب یہ اہل نہ ہونا دعا کی قبولیت میں کمی کا مظہر نہیں بلکہ بدنصیب لوگوں کی اپنی کوتاہیٔ بخت اور عدمِ اہلیت ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ مجھے تو حضور داتا صاحب قدس سرہ نے مطمئن کر دیا (کوئی اور ہو نہ ہو، اس کا ذمہ مجھ پر نہیں، ہاں اس کا ذکر میں نے جس جس سے بھی کیا، مطمئن ہو گیا)

**جلوہ پیر کا:** میں جدی پشتی غلام ہوں۔ غوث الاغیاث، قطب الاقطاب، قیوم زمانی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کا' اور میری بیعت ہے ان کے لختِ جگر شیخ المشائخ شہنشاہ ولایت، ناشر زہد و طریقت، قیوم زمانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے۔ میرے والد ماجد تاجدار علی پور حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے اور عاشقِ زار تھے ان کے اولین سجادہ نشین حضور نقش لاثانی کے (قدس سرہ)

میرے نانا جان چودھری علی محمد مرحوم اور میرے ماموں جان چودھری چراغ لطیف مرحوم، دونوں اپنے اپنے وقت میں دربار عالی میں خصوصی خدام میں داخل تھے۔ اس خاندانی وابستگی کے سبب مجھے بھی ہمیشہ اپنے پیر خانے سے خصوصی لگاؤ رہا مگر دور آخر میں یہ تعلق کئی گنا زیادہ ہو گیا۔ سفر و حضر میں حاضر خدمت رہا، کئی سال جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں تدریس کے دوران ہر روز دربار شریف حاضر ہوتا اور صبح یہیں سے کالج روانہ ہوتا۔ شاید اس وقت دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں اتنی حاضری دی ہو، اس کا سبب کیا ہے، حضور شہنشاہ لاثانی اور حضور نقش لاثانی قدس سرہما کی نظر رحمت کے علاوہ، حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کی نگاہ کرم! ہوا یہ کہ میں نے ۱۹۷۰ء کے لگ بھگ ایک منقبت لکھی تھی

'میرے آقا، میرے مولا گنج بخش'

اس میں ایک شعر تھا

میں بھی دیکھوں جلوہ اپنے پیر کا	کردو میری آنکھ بینا گنج بخش

دل یہ کہتا ہے کہ گنج بخش نے یہ التجا بھی قبول فرمائی اور مرشد کامل کے ساتھ ربط پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گیا۔

# توحید اور شانِ اولیاء

محقق دوراں حضرت علامہ مفتی محمد نصر اللہ آسوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز قارئین: ماہ صفر المظفر ہے جس میں متعدد اولیاء کرام کے عرس منائے جاتے ہیں کچھ لوگ اولیاء اللہ بلکہ انبیاء کرام کے کمالات کا انکار کرتے ہیں اسے توحید کے منافی قرار دیتے ہیں وہ اپنے آپ کو موحد اور کمالات ماننے والوں کو مشرک کہتے ہیں تو آج کے درس میں یہ بتانا ہے کہ اولیاء کے کمالات اگر توحید کے منافی ہوتے تو اللہ تعالیٰ اسے قرآن میں بیان نہ کرتا مخلوق کے کمالات بیان کرتا ہوں جس سے اولیاء وانبیاء کی شان خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔

مخلوق خدا کی دل باتیں جان لیتی ہے، نفع دیتی ہے، فقر اور گناہ دور کرتی، نجات دیتی، حفاظت کرتی، رزق دیتی، ہدایت دیتی، حاجتیں پوری کرتی اور مدد کرتی ہے اللہ کی عطا اور اذن سے، اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی بھی مخلوق کو ایک ذرہ کا علم واختیار بھی ذاتی نہیں سب عطائی ہے اللہ کا سارا علم واختیار ذاتی ہے لہذا برابری نہیں جب برابری نہیں تو شرک بھی نہیں اللہ کی ساری صفات ذاتی بندے کی ساری صفات عطائی ہیں اللہ حقیقی نفع دینے والا حقیقی نجات دینے والا حقیقی حاجت روا حقیقی رزق دینے والا ہے فقر دور کرنے والا ہے بندہ اس کی عطا سے، اللہ کے علاوہ حقیقی مالک رازق خالق حاجت روا مشکل کشا کوئی نہیں بندوں کی مدد، حاجت روائی مشکلکشائی اللہ کے حکم سے ہوتی ہے اس لئے ان کا کام اللہ کا کام ہے ان کی مدد اللہ کی مدد ہے ان کی حاجت روائی اللہ کی حاجت روائی ہوتی ہے اللہ ان کے افعال کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے اور وہ خود بھی اللہ کے افعال کی نسبت اپنی طرف کر دیتے ہیں اس میں کوئی شرک نہیں بلکہ جو چیز سبب بن رہی ہے اللہ کے افعال کی نسبت اس کی طرف کرنا جائز ہے اگر اس کو شرک کہا جائے تو پھر دنیا میں ایک شخص بھی شرک سے نہیں بچ سکتا بلکہ انبیاء واولیاء اور فرشتوں پر بھی شرک کا فتویٰ لگ جائے گا۔ لہذا ایسا عقیدہ رکھنا خود کفر ہے جس کی زد میں انبیاء واولیاء اور فرشتے بھی آجائیں ہم ایسے عقیدے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

**اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے افعال کی نسبت اپنی طرف کی:** فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے کی بشارت دی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقلمند لڑکے کی۔ (سورہ صافات: ۱۰۱ پارہ ۲۳ رکوع ۷)، اور اس کی بیوی کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی فَبَشَّرْنٰهُ باسحاق ومن ورآء اسحاق یعقوب﴾ تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔ (سورہ ہود: ۷۱ پارہ ۱۲ رکوع ۷۔) یہ بشارت دینے والے فرشتے تھے پتہ چلا فرشتوں کا کام اللہ کا کام ہے۔ اس میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ کی عمر اتنی ہوگی کہ وہ اپنے پوتے کو بھی دیکھ لیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا۔ (سورہ بقرہ: ۶۳ پارہ ۱ رکوع ۸) یہ عہد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لیا تھا مگر رب نے فرمایا ہم نے لیا اور کوہ طور حضرت

جبریل علیہ السلام نے اٹھایا تھا اور رب نے فرمایا ہم نے اٹھایا پتہ چلا مقبولوں کا کام اللہ کا کام ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حکم دیا ﴿ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ﴾ اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے ﴾ (سورہ الحج آیت :۲۷ پارہ نمبر ۱۷ رکوع:۱۱)
حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر یا حجر اسود یا صفا پر یا جبل ابو قبیس پر کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو تمہارے رب نے گھر بنایا اور تم پر اس کا حج فرض کیا ہے تو اس کا حج کرو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص:۲۲۶) حالانکہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَکَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ ہم نے اس کے لئے تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت۔ (سورہ الاعراف:۱۴۵ پارہ ۹ رکوع ۷) یہ لکھنے والے فرشتے تھے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ اللہ وہی ہے جو تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے۔ (سورہ آل عمران:۶ پارہ ۳ رکوع ۹) حالانکہ رحم میں بچہ بنانا فرشتہ کا کام ہے۔ پتہ چلا رب کے مقبولوں کا کام رب کا کام ہے کہ رب کے حکم سے ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کی مدد اللہ کی مدد ہے ان کی حاجت روائی اللہ کی حاجت روائی ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے بھی اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تُو اس کو میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہ پلایا وہ عرض کرے گا۔ مولا میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو تو تمام جہانوں کا رب ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تو نے اُسے نہ پلایا اگر تو اُسے پلاتا تو آج اس کا اجر تو میرے پاس پاتا۔ (مسلم کتاب البر والصلہ حدیث:۲۵۶۹) مشکوٰۃ کتاب الجنائز حدیث (۱۵۲۸))
معلوم ہوا اولیاء کرام کے کام اللہ کے کام ہیں ان کی مدد اللہ مدد ہے۔ اسی طرح رسول اللہ کا کرم اللہ کا کرم ہے لہٰذا یہ شعر بالکل درست ہے

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا — کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
سرکار نے بلا کے مدینہ دکھا دیا — ہوگئی مجھے نصیب شفاعت رسول کی

یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

لوگ کہتے ہیں یہ شعر شرک ہے کہ سرکار نے مدینے بلایا، بلکہ اللہ نے بلایا، ان سے پوچھو کہ اللہ اور رسول کی لڑائی کب ہوئی تھی؟ ان تمام آیات اور حدیث کو ان کے سامنے رکھو اور پھر سوال کرو کہ کیا اللہ کا کرم اور اللہ کے رسول کا کرم اور ہے؟ ہرگز نہیں رسول اللہ کا کرم اللہ ہی کا کرم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کاموں کی نسبت اپنی طرف کر رہا ہے وہ شرک نہیں تو رسول اللہ ﷺ تو ساری مخلوق سے افضل ہیں اور اللہ کے حبیب ہیں ان کے افعال کی نسبت اللہ کی طرف کیوں نہیں ہو سکتی۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں ہے میرا تیرا — (امام احمد رضا قادری)

رسول اللہ کا بلانا اللہ کا بلانا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں بلائیں (سورہ الانفال:۲۴ پارہ ۹ رکوع ۱۷) بلانے والے دو ہیں لیکن دَعَا صیغہ واحد کا استعمال ہوا دَعَوَا تثنیہ استعمال نہیں ہوا اس لیے کہ رسول اللہ کا بلانا اللہ کا بلانا ہے رسول اللہ کا کرم اللہ کا کرم ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (سورہ الانفال:۱۷ پارہ ۹ رکوع ۱۶) پتہ چلا محبوبوں کا فعل رب کا فعل ہے اور مومن خدائی طاقت سے کام کرتا ہے اور جو ان کی طاقت کا منکر وہ رب کی طاقت کا منکر ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے　　　یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

**رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا اللہ کو ایذا دینا ہے:** حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے قوم کی امامت کی اور قبلے کی طرف تھوک دیا حضور ﷺ دیکھ رہے تھے تب نبی ﷺ نے فراغت پر فرمایا آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے، اس کے بعد اُس نے نماز پڑھانی چاہی، لوگوں نے روک دیا اور حضور ﷺ کے فرمان سے اُسے آگاہ کیا اس نے یہ واقعہ نبی ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اِنَّکَ آذَیْتَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ، تونے اللہ اور اُس کے رسول کو ایذاء دی۔

ابوداود حدیث (۴۸۱) کتاب الصلاۃ باب فی کراہیۃ البزاق فی المسجد (مشکاۃ حدیث ۷۴۷ مراۃ شرح مشکاۃ ۱/ص-۴۵۹)

اس سے ثابت ہوا رسول اللہ کو ایذاء دینا اللہ کو ایذا دینا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنا اللہ کو راضی کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جو کعبہ کا بے ادب ہو امامت کے لائق نہیں تو جو انبیاء کرام و اولیاء کرام کا بے ادب ہو جن کی شان کعبے سے بھی زیادہ ہے امامت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔

**رسول اللہ کا پہنانا اللہ کا پہنانا ہے:** نبی کریم ﷺ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنائی پھر فرمایا: خُذِ الْبَسْ مَا کَسَاکَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ لے پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول پہناتے ہیں (احمد حدیث:۱۸۱۲۸ جلد ۵ ص ۳۷۹ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للشیخ ناصر الدین البانی حدیث ۱۷۵۱، الامن والعلی ص:۱۶۶)

یہ سونا اللہ نے نہیں پہنایا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں اللہ و رسول پہناتے ہیں اس حدیث سے سارے اختلافی مسائل حل ہو سکتے ہیں اگر کوئی سمجھنے والا ہو کتنا بدنصیب ہے وہ جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا وہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ کی مدد اللہ مدد، رسول اللہ کا کرم اللہ کا کرم ہے سرکار کا مدینے بلانا اللہ کا بلانا ہے امام اہل سنت فرماتے ہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر　　　جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

سرکار نے بلا کے مدینہ دکھا دیا　　　ہو گئی مجھے نصیب شفاعت رسول کی

**بعض اوقات مخلوق، اللہ تعالیٰ کے افعال کی نسبت اپنی طرف کر دیتی ہے:** اولاد دینا اللہ کا کام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں دے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ (سورہ الشوریٰ:۴۹ پارہ ۲۵

رکوع ۶) لیکن حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم سے فرمایا: اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا ﴾ میں تیرے رب کا رسول ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔ (سورہ مریم:۱۹ پارہ ۱۶ رکوع ۵) معلوم ہوا کہ جبریل علیہ السلام اللہ کے حکم سے بیٹا دے سکتے ہیں اسی طرح حضور ﷺ کی بارگاہ سے اولاد اور تمام رب کی نعمتیں ملتی ہیں کیونکہ آپ ﷺ قاسمِ نعمت ہیں اس سے پتہ چلا کہ رب کی نعمتوں کو بندے کی طرف نسبت کر سکتے ہیں لہذا کہہ سکتے ہیں حضور ﷺ اولاد، ایمان، عزت اور جنت دیتے ہیں حضرت ربیعہ نے آپ سے عرض کیا میں آپ سے جنت مانگتا ہوں۔ (مسلم 984 مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب السجود 896)

**فرشتے ہلاک کرتے اور نجات دیتے ہیں:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حضرت ابراہیم نے کہا: اے اللہ کے رسولوں تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے☆ تو وہ بولے ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں سوائے لوط کی آل کے اِنَّا لَمُنَجُّوْھُمْ اَجْمَعِیْنَ ہم انہیں نجات دیں گے۔ (سورہ الحجر: ۵۷-۸-۵۹ پارہ ۱۴ رکوع ۴) فرشتوں نے نجات دینے کی نسبت اپنے طرف کی فرشتے معصوم اور شرک سے پاک ہیں۔ کیا فرشتے بھی بریلوی تھے ؟ فرشتے بریلوی نہیں تھے ہاں بریلویوں کا عقیدہ وہی ہے جو معصوم فرشتوں کا ہے ہم پر تو فتویٰ جلدی لگا لیتے ہو کسی میں ہمت ہے تو فرشتوں پر فتویٰ لگا کر دکھائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے بولے ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کریں گے بے شک اس کے رہنے والے ظالم ہیں☆ کہا اس میں تو لوط ہے فرشتے بولے ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے۔ (سورہ العنکبوت: ۳۱-۳۲ پارہ ۲۰ رکوع ۱۶) معلوم ہوا اللہ کے کام اس کے خاص بندوں کی طرف نسبت کیے جا سکتے ہیں۔ نجات دینا اللہ کا کام ہے لیکن فرشتوں نے اس کی نسبت اپنی طرف کی اور کہا ہم ان کو نجات دیں گے۔ بتاؤ یہ بات کہنے سے فرشتے مشرک تو نہیں ہوئے؟ وہ مشرک ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ معصوم ہیں اگر کوئی کہے کہ وہ نجات نہیں دے سکتے تو قرآن کا منکر اگر کہے کہ فرشتے نجات دے سکتے ہیں تو ہمارا عقیدہ ثابت وہابیت ختم۔

اب بتاؤ فرشتے افضل ہیں یا انبیاء کرام؟ انبیاء کرام فرشتوں سے افضل ہیں اور ہمارے آقا تو سارے انبیاء سے افضل ہیں لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ دوزخ سے نجات دیتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جنت دیتے ہیں مشکل کشائی کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ربیعہ نے آپ سے عرض کیا میں آپ سے جنت مانگتا ہوں۔ (مسلم 984 مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب السجود 896) لہذا یہ شعر بالکل صحیح ہے۔

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

اگر کوئی کہے فرشتے نجات دیتے ہیں نبی نہیں تو اس نے فرشتوں کو انبیاء سے افضل مان لیا یہ بھی قرآن کے خلاف ہے کیونکہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا کسی نبی نے فرشتوں کو سجدہ نہیں کیا لہذا نبی افضل ہوئے

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

**تجارت عذاب سے نجات دیتی ہے:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! کیا میں بتادوں وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ (پارہ ۲۸ سورہ الصف ۱۰)

تجارت مخلوق ہے اور عمل بھی مخلوق تو پتہ چل گیا مخلوق نجات دیتی ہے اور یہ شرک نہیں رب تعالیٰ خود فرما رہا ہے جس کو اعتراض ہے وہ رب

سے پوچھئے ہم سے بحث کی ضرورت نہیں۔ ہمارے آقا تو ساری مخلوق بلکہ انبیاء سے افضل ہیں لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور نجات دیتے ہیں

## نماز بلائیں اور مشکلات دور کرتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو اپنے گھر سے نکلے تو دو رکعت نماز ادا کر لیا کر تو یہ دو رکعتیں تجھے باہر کی برائی سے بچائیں گی اور جب گھر میں داخل ہو تو دو رکعت نماز ادا کر لیا کر تو یہ دو رکعتیں تجھے گھر کی برائی سے بچائیں گی۔ بزار اور دیلمی اس حدیث کو غیر مقلد محدث ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب سلسلہ احادیث الصحیحہ میں درج کیا ہے حدیث نمبر ۱۳۲۳)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز مشکلیں اور بلائیں دور کرتی ہے یعنی نماز دافع البلا اور مشکل کشا ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ نماز خالق ہے یا مخلوق ہے؟ نماز جو کہ ایک عمل ہے مخلوق ہے خالق نہیں ہو سکتی اگر مخلوق کو دافع البلا اور مشکل کشا سمجھنا شرک یا نا جائز ہوتا تو حضور ﷺ اسے کبھی دافع البلا قرار نہ دیتے کیونکہ حضور ﷺ شرک کی تعلیم نہیں دیتے وہ تو شرک کو مٹانے آئے ہیں۔ سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو اسلام کی تعلیمات کو نہ سمجھ سکے۔ اور مسلمانوں کو مشرک بناتا پھرے اور نماز مخلوق ہے اور اولیاء کرام ساری مخلوق سے افضل اور رسول اولیاء سے افضل ہیں اور حضور ﷺ سارے نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں کیونکہ آپ امام الانبیاء اور حبیب کبریاء ہیں تو آپ بدرجہ اولٰی مشکل کشا اور دافع البلاء ہیں اور حضور ﷺ فرماتے ہیں جس کا میں مولا (مددگار) اس کے علی مولی ہیں۔ (مشکوۃ) تو حضرت علی بھی مشکل کشا ہیں۔

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

اور تمام اولیاء بھی مشکل کشا ہیں لیکن یہ بات یاد رہے حقیقی مشکل کشا حاجت روا دافع البلا اللہ تعالیٰ ہے مخلوق کا مشکل کشا ہونا اللہ کی عطا اور اذن سے ہے جیسے نماز کو حضور کو دافع البلاء کہا گیا ہے

**مخلوق نفع دیتی ہے:** آپ کسی بدعقیدہ سے پوچھیں کیا نبی کریم ﷺ نفع دیتے ہیں وہ فوراً کہے گا نہیں آپ اس سے پوچھیں کوئی مخلوق نفع بھی دے سکتی ہے یا نہیں وہ کہے گا اللہ کے علاوہ کوئی نفع نہیں دے سکتا آپ اس سے کہیں میں تو تمہیں عالم سمجھتا تھا لیکن تم جاہل نکلے تمہیں تو قرآن کا بھی علم نہیں اللہ تو فرماتا ہے، لوہا، دودھ نفع دیتا ہے لکڑی نفع دیتی ہے۔ تمہاری بات معتبر ہے یا اللہ کی؟ قرآن کا انکار کر رہے ہو کیا کافر مرنے کا ارادہ ہے توبہ کرو ان مولویوں کے کہنے پر اپنا ایمان خراب نہ کرنا قبر میں تم تنہا ہی امتحان دو گے کوئی مولوی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا، یا رسول اللہ کام آئیں گے یا اللہ کے ولی، پھر اسے قرآن منگوا کر ستائیسواں پارہ اس کے سامنے رکھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ** ﴾ اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے فائدے ہیں۔ (سورۃ الحدید: ۲۵ پارہ ۲۷ رکوع ۱۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ**﴾ اور کشتی جو دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے ۔ (سورہ بقرہ: ۱۶۴، پارہ ۲ رکوع ۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور چوپائے پیدا کئے ان میں تمہارے لئے گرم لباس **وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ** اور فائدے ہیں اور اس میں سے کھاتے ہو۔ (سورہ النحل: ۵ پارہ ۱۴ رکوع ۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تمہارے لئے چوپاؤں میں سمجھنے کا مقام ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے **ولکم فیها مَنَافِعُ كثيرة** اور تمہارے لئے ان میں بہت فائدے ہیں اور ان میں سے تمہاری خوراک ہے۔ (سورہ المومنون: ۲۱ پارہ ۱۸ رکوع ۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ اوران کے لئے ان چوپاؤں میں کئی طرح کے نفع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا شکر نہ کریں گے۔(سورہ یاسین:۷۳ پارہ ۲۳ رکوع ۴)اسی طرح شہد میں شفاء ہے(سورہ النحل:۶۹ پارہ ۱۴ رکوع ۱۵)یہ بھی فائدہ اور مشکل کشائی ہے

یہ ساری چیزیں مخلوق ہیں تو پتہ چلا مخلوق نفع دیتی ہے بتاؤ قرآن کی بات مانتی ہے یا اپنے مولوی کی، جب قرآن سے ثابت ہوگیا کہ مخلوق نفع دیتی ہے اور ہمارے آقا تو سارے انبیاء سے افضل ہیں خود سوچو اپنے دل سے فتویٰ لو، کتنی بڑی گستاخی ہے کہ کہا جائے لکڑی لوہا دودھ جانور نفع دیتے ہیں نبی کریم نفع نہیں دے سکتے یہ کیسے ہوسکتا یہ نبی کی عطاء کا انکار نہیں اللہ کی عطاء کا انکار ہے نبی کی شفاعت کا انکار ہے، اور اللہ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور رحمت وہی ہوسکتا ہے جو نفع دے۔ سب سے بڑا نفع تو یہ ہے کہ ہمیں ایمان آپ ﷺ کی طفیل ملا

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی — نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے — پھر نہ مانیں گے قیامت میں گر مان گیا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ سب لوگوں سے بہتر بن جاؤں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ فَكُنْ نَافِعًا لَهُمْ سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے والا ہے تو ان کے لئے نفع مند بن جا۔(مسند احمد ۲۲۱۵۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو وہ نفع پہنچائے۔(مسلم ۲۱۹۹ مشکوٰۃ کتاب الطب ۴۵۲۹)رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں کہ مسلمان نفع دے سکتے ہیں تم کیسے مسلمان ہو کہ آپ کے فیصلہ کو ماننے کے لئے تیار نہیں تم کیسے اہل حدیث ہو کہ حدیث ماننے کے لئے تیار نہیں مجھے تو تم منکر حدیث لگتے ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ما نَفَعَنِي مَالُ اَحَدٍ قَطُّ ما نَفَعَنِي مالُ اَبِي بَكْرٍ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا نفع ابوبکر کے مال نے دیا (ترمذی 3661 مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر 6026) افسوس تم پر ان کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں جن کا فرمان الٰہی ہے اس سے بھی زیادہ افسوس یہ ہے کہ مال نفع دے اور نبی نفع نہ دے جلدی توبہ کرو اور ہمارے ساتھ مل کر پڑھو

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا — بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا — ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ ﷺ کی

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا — موج بحر ساحت پہ لاکھوں سے سلام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں ضرور پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں کوئی چیز نفع نہیں دے گی مگر درہم و دینار یعنی مال و دولت نفع دیں گے۔(احمد 5-16814 مشکوٰۃ کتاب البیوع 2784) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ بیشک دعا نازل شدہ آفات میں بھی نافع ہے اور اس بلا میں بھی جو نہ اتری تو اے اللہ کے بندو دعا کو مضبوط پکڑو۔( ترمذی 3548 مشکوٰۃ کتاب الدعوات 2234) بلکہ دعا تقدیر بدل دیتی ہے۔(ترمذی 2139 مشکوٰۃ کتاب الدعوات 2233)

دعا بھی مخلوق اور مال بھی مخلوق تو پتہ چلا مخلوق نفع دے سکتی ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میری عدم موجودگی میں میری ماں کا انتقال ہوگیا اَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا اسے کوئی چیز نفع دے گی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تو انہوں نے اپنا باغ صدقہ کردیا۔(بخاری 2756 کتاب الوصایا باب

از اقوال ارضی وبستانی)

رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا کی: اے اللہ مجھے وہ علم سکھا جو مجھے نفع دے۔ (ابن ماجہ 3833 ترمذی 3599 مشکوۃ کتاب الدعوات باب جامع الدعا 2493)

رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا کی: اے اللہ میں چار چیزوں سے تیری پناہ لیتا ہوں: اس علم سے جو نفع نہ دے، اس دل سے جس میں عاجزی نہ ہو، اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو سنی نہ جائے۔ (ابوداؤد 1548 مشکوۃ کتاب الدعوات باب جامع الدعا 2464) علم بھی مخلوق ہے جو نفع دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انجیر کھاؤ یہ بواسیر دور کرتی ہے وَيَنْفَعُ مِنَ النِّقْرِسِ اور نقرس (پیروں کے جوڑوں کا سوجنا) میں فائدہ مند ہے۔ (جامع صغیر 6393)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زیتون کا تیل استعمال کرو اسے کھاؤ اور اس کی مالش کرو فَإِنَّهُ يَنْفَعُ مِنَ الْبَاسُورِ یہ بواسیر میں فائدہ مند ہے اس میں ستر بیماریوں سے

شفاء ہے اسی میں جذام (کوڑھ) کی بیماری ہے۔ (جامع صغیر 5567) اس سے ثابت ہوا مخلوق نفع دیتی ہے

**مخلوق ہدایت دیتی ہے:** آپ کسی بدعقیدہ سے پوچھیں کیا نبی کریم ﷺ ہدایت دیتے ہیں وہ کہیں گا آپ کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے، اچھا کوئی مخلوق ہدایت دے بھی سکتی ہے یا نہیں؟ وہ کہے گا کوئی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتا تو اس سے کہیں تمہاری بات مانیں یا اللہ تعالیٰ کی؟ وہ تو فرما رہا ہے کعبہ ہدایت دیتا ہے بتاؤ کعبہ خالق ہے مخلوق؟ کعبہ مخلوق اور ہمارے آقا تو ساری مخلوق بلکہ سارے انبیاء سے افضل ہیں۔ حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو اب یہ کتنی بڑی گستاخی ہے عام مخلوق ہدایت دے اور سب سے افضل ہستی ہدایت نہ دے۔ وہ کہے گا کہ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ کعبہ ہدایت دیتا ہے میں مان جاؤں گا کہ نبی پاک ﷺ بھی ہدایت دیتے ہیں۔ نکالو چوتھا پارہ پہلا رکوع۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ اور ساری جہاں کا ہادی۔ (سورہ آل عمران: ۹۶) مان یا نہ مان تیری قسمت لیکن میں قرآن میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ بھی ہدایت دیتے ہیں۔ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ اور بیشک تم ضرور سیدھی راہ دکھاتے ہو۔ (سورہ الشوریٰ: ۵۲ پارہ ۲۵ رکوع ۶) ہمارا پورے قرآن پر ایمان ہے جہاں فرمایا گیا نبی ہدایت نہیں کرتے وہاں مراد ہے اللہ کی مرضی کے خلاف اس کے مقابل ہدایت نہیں کرتے اور جہاں فرمایا گیا نبی ہدایت کرتے ہیں وہاں مراد ہے باذن الٰہی ہدایت کرتے ہیں۔ دونوں پر ایمان ضروری ہے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

**بندے بندوں کو رزق دیتے ہیں** آپ کو دو قسم کی آیات ملیں گی ایک میں ہوگا اللہ رزق دیتا ہے اور دوسری میں ہوگا مخلوق رزق دیتی ہے دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے ہمارا ایمان ہے رزاق حقیقی اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ نے مخلوق کو مخلوق کا رازق بنایا ہے۔ بت بے اختیار ہیں کسی کو کچھ نہیں دے سکتے مومن بت نہیں اللہ کے دوست ہیں۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ اور جس کا بچہ ہے اس پر ان عورتوں کا رزق ہے اور انہیں کپڑے پہنانا ہے حسب دستور (سورہ بقرہ ۲۳۳ پارہ ۲ رکوع ۱۴)

اور جب تقسیم کے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ تو انہیں اس میں سے رزق دو۔ (سورہ نساء: ۸ پارہ ۴ رکوع ۱۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جسے ہم حاکم بنائیں فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا پھر ہم اسے رزق دے دیں تو اس کے بعد جو کچھ وہ لے گا وہ خیانت ہے۔ (ابوداود 2943 مشکوۃ کتاب الامارہ باب رزق الولاۃ حدیث 3748) اور نبی کریم ﷺ تو قاسم نعمت ہیں إِنَّمَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي (بخاری 71 مسلم

1038 مشکوۃ کتاب العلم 200)

**مخلوق، مخلوق کی حفاظت کرتی ہے** ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا محافظ حقیقی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مخلوق کو محافظ کہنا جائز ہے یا ناجائز، توحید ہے یا شرک؟ کچھ لوگ اس کو ناجائز اور شرک کہتے ہیں سنی جائز کہتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں قرآن کا فیصلہ کیا ہے تاکہ پتہ چل جائے قرآن کو ماننے والا کون اور منکر قرآن کون؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ** بے شک تم پر حفاظت کرنے والے (فرشتے مقرر) ہیں معزز لکھنے والے۔ (سورہ انفطار: 10-11، پارہ ۳۰ رکوع ۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آدمی کے لئے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ **يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ** بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ (سورہ الرعد ۱۱ پارہ ۱۳ رکوع ۸) ہر انسان کے ساتھ یا کم وبیش فرشتے حفاظت کے لیے رہتے ہیں یہ جنات اور دیگر آفات سے بچاتے ہیں اور ہر عاقل بالغ کے ساتھ دو فرشتے دائیں بائیں نامہ اعمال لکھنے والے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً** وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے۔ (سورہ الانعام: ۶۱ پارہ ۷ رکوع ۱۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ**. کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔ (سورہ طارق آیت: ۴) مفتی احمد یار خاں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: فرشتے اور مقبول بندے ہمارے محافظ ہیں اس آیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر چہ رب تعالیٰ قادر ہے کہ خود سب کی ہر طرح حفاظت فرمائے، مگر قانون یہ ہے کہ یہ کام اس کے خدام کریں، دوسرے یہ کہ رب تعالیٰ کے نام اس کے بندوں کو دے سکتے ہیں دیکھو اللہ کا نام حافظ ہے مگر فرشتوں کو حافظ بنایا گیا لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ورسول ہمارے حافظ وناصر ہیں۔ تیسرے یہ کہ انبیاء واولیاء فرشتے بحکم رب دافع البلاء، مشکل کشا ہیں کیونکہ وہ محافظ ہیں جو بلائیں نہ آنے دیں مشکلیں آسان کریں، حکومت محافظ اور گن مین باڈی گاڈ کو بندوق وغیرہ طاقت دیتی ہے رب نے ان محافظوں کو طاقت بخشی ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: **اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ** بے شک میں حفاظت کرنے والا اور علم والا ہوں) (سورہ یوسف: ۵۵ پارہ ۱۳ رکوع ۱)

**مخلوق، مخلوق کی حاجت روا ہو سکتی ہے** ہمارا عقیدہ ہے حقیقی حاجت روا اللہ کے علاوہ کوئی نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ کی عطا اور اذن سے مخلوق حاجت روا ہو سکتی ہے یا نہیں وہابی اس کو شرک کہتے ہیں جب کہ سنی اس کو جائز کہتے ہیں آیئے دلائل کی روشنی میں دیکھتے ہیں اللہ ورسول کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے جب تمہارا کسی بات میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو (سورہ النساء: ۵۹ پارہ ۵ رکوع ۵) اور جو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ مانے حضرت عمر کے نزدیک وہ واجب القتل ہے۔ اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ مؤمن ہی نہیں۔ (سورہ النساء: ۶۵ پارہ ۵ رکوع ۶)

قوم موسیٰ کو جب مشکل پیش آئی تو وہ پانی طلب کرنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی تو ان کی حاجت پوری ہوئی اور مشکل حل ہو گئی (سورہ بقرہ: ۶۰ پارہ ۱ رکوع ۷) صحابہ کرام کو جب مشکل پیش آئی تو نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے برتن میں ہاتھ رکھا اپنی انگلیوں سے پانی کے پانچ چشمے جاری کر دیے حضرت جابر کہتے ہیں اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی کافی تھا لیکن ہم پندرہ سو تھے (بخاری ۳۵۷۶ مسلم ۱۸۵۶ مشکوۃ باب المعجزات ۵۸۸۲)

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے پیاسے جھوم کر ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاجت مند آتے تو سب کی حاجتیں پوری ہوتیں۔ مادر زاد اندھے بینا ہو جاتے اور کوڑھ کے مریض شفا پاتے۔

(سورہ آل عمران:۴۹ پارہ ۳ رکوع ۱۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ﴾ جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے۔ (بخاری ۲۴۴۲ مسلم ۲۵۸۰ مشکوۃ) یعنی اللہ اسی کا حاجت روا ہے جو اپنے بھائی کا حاجت روا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ لِلّٰهِ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ يَفْزَعُ النَّاسُ إِلَيْهِمْ فِي حَوَائِجِهِمْ أُولٰئِكَ الْآمِنُونَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ اللہ کی کچھ مخلوق ایسی ہے جنہیں اللہ نے لوگوں کی حاجت روائی کے لئے پیدا فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں یہ بندے عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن ،ترغیب ۳۸۶۲)

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ — تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

بعض لوگ کہتے ہیں حاجت روا فقط اللہ ہے ہمارا ایمان ہے حقیقی حاجت روا اللہ ہے لیکن اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے بندہ کسی کی حاجت پوری کر کے بھی مخلوق ہی رہتا ہے خدا نہیں بنتا اب ان کی مانیں یا رسول اللہ ﷺ کی مانیں قرآن کہتا ہے جو رسول اللہ کا فیصلہ نہ مانے وہ مسلمان ہی نہیں رہتا (سورہ نساء:۶۵ پارہ ۵ رکوع ۶)

## کسی کی حاجت روائی کرنے کی فضیلت:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ ذَهَبَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَقُضِيَتْ حَاجَتُهُ كُتِبَتْ لَهُ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ وَإِنْ لَمْ تُقْضَ كُتِبَتْ لَهُ عُمْرَةٌ﴾ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت کے لئے گیا اور اس کی حاجت پوری ہوگئی تو اس حاجت روا کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اگر حاجت پوری نہ ہو سکی تو اسکے لئے عمرہ کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ (جامع صغیر حدیث ۸۶۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ مَشٰى فِي حَاجَةِ أَخِيهِ وَبَلَغَ فِيهَا كَانَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اعْتِكَافِ عَشْرِ سِنِينَ﴾ جو اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلا اور اس کی حاجت پوری کر دی تو اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والحاکم ،ترغیب حدیث:۳۸۶۷) معلوم ہوا کہ مخلوق اللہ کے حکم سے حاجت روا بن سکتی ہے اس کو شرک کہنا نادانی اور تعلیم کی کمی ہے۔

## مسجد نبوی میں ایک ماہ کے اعتکاف سے پیارا عمل ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخٍ فِي حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ شَهْرًا ﴾ اگر میں اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلوں تو یہ عمل مجھے اس مسجد یعنی مسجد مدینہ میں ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ پیارا ہے۔ (رواہ الاصبہانی ،ترغیب حدیث ۳۸۸۳)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ بس مخلوق خدا کی خدمت میں لگے رہو اور عبادت نہ کرو جیسا کہ کسی بے نماز کو کہا جائے کہ نماز پڑھو تو جواب ملتا ہے کہ گھر والوں کے لئے رزق کما رہا ہوں یہ بھی عبادت ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے رب تعالیٰ نے ہم پر دو قسم کے حقوق واجب کئے ہیں حقوق اللہ اور حقوق

العباد تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کی ادائیگی ضروری ہے اور دونوں کے بارے میں روز قیامت سوال ہوگا نمازیوں اور حاجیوں کو کہا جار ہا ہے کہ رب کی عبادت کے ساتھ مخلوق خدا کی حاجت روائی بھی کرنا اس کا بھی بہت بڑا اجر ہے اس عمل کو حقیر نہ سمجھنا بعض لوگ حج پہ حج عمرہ پر عمرہ کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے رشتہ دار ہمسائے ان کی امداد کے مستحق ہوتے ہیں جو محروم رہتے ہیں اور حقوق اللہ میں سے نماز ہے اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ بندہ کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔

## مخلوق خدا کی حاجت روائی کرنا رسول اللہ ﷺ کو خوش کرنا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ قَضَى لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِي حَاجَةً يُرِيْدُ اَنْ يَسُرَّهُ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِي وَمَنْ سَرَّنِي فَقَدْ سَرَّ اللهَ وَمَنْ سَرَّ اللهَ اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ﴾ جو میرے کسی امتی کی حاجت پوری کرے اس سے اس کی خوشی چاہتا ہو تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (رواہ البیہقی، مشکوۃ ۴۹۹۶ کتاب الادب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں: اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک عمل سے مومن کو راضی کرنے اور مومن کی رضا کے ذریعہ رسول اللہ کو راضی کرنے کی نیت کرنا شرک نہیں ریا نہیں بالکل جائز ہے جب کہ اپنی نمود اور ناموری مقصود نہ ہو، دوسرے یہ کہ خدا کی رضا صرف حضور کی رضا میں ہے بڑی سے بڑی نیکی جس سے حضور راضی نہ ہوں اس سے خدا ہر گز راضی نہ ہوگا لہذا ہر عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی آپ کا تقرب چاہنے کی نیت کرنا چاہئے کہ یہ ذریعہ ہے رب کی رضا کا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت رب کی خوشنودی سے ملے گی محض اپنے عمل سے نہیں۔ (مراۃ ۶/۳۹۴)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق، مخلوق کی حاجت روا بن سکتی ہے اور حاجت روائی کرنے والے اللہ و رسول کے محبوب ہیں اور جنت کے مستحق ہیں۔ اگر کسی کو حاجت روا سمجھ کر اس سے حاجت طلب کرنا ناجائز ہوتا تو حاجت طلب کرنے والا اور حاجت پوری کرنے والا ہر گز جنت میں داخل نہ ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ وہابیوں کا عقیدہ صحابہ کرام کے عقیدے کی ضد ہے اور ان کا عقیدہ خود ساختہ ہے۔

**حاجت روا، مشکل کشا بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ مَشَى فِي حَاجَةِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فَقُضِيَتْ حَاجَتُهُ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خَطْوَةٍ سَبْعِيْنَ حَسَنَةً وَمَحَا عَنْهُ سَبْعِيْنَ سَيِّئَةً اِلَى اَنْ يَرْجِعَ مِنْ حَيْثُ فَارَقَهُ فَاِنْ قُضِيَتْ حَاجَتُهُ عَلَى يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهِ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ وَاِنْ هَلَكَ فِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكَ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلا تو اللہ تعالی اس حاجت روا کے لئے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھتا ہے اور ستر گناہ مٹاتا ہے یہاں تک کہ اس جگہ واپس لوٹے جہاں سے چلا تھا اور اگر اس کے ہاتھ پر اس کی حاجت پوری ہوگئی تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل گیا جیسا آج ہی پیدا ہوا ہو اور اگر وہ حاجت روا اس دوران فوت ہو گیا تو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گیا۔ (ترغیب از امام منذری حدیث: ۳۸۷۲ کتاب البر والصلہ) آپ خود فیصلہ کریں کہ جو نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو نہ مانے وہ اہل حدیث ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

# وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں

☆☆☆ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ ☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرنی پڑتی ہے رہِ عشق میں چلنے کے لئے　　　کبھی پھانسی، کبھی نیزے، کبھی خنجر کی تلاش

وہ دولت عظیم جس کا نام ایمان ہے رب کریم کی ابنِ آدم پر سب سے بڑی عنایت ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بندے کو اپنے خالقِ یکتا پر ایسا اعتماد ہو کہ اس کے مقابل سب سے بے نیاز ہو جائے اور دنیا کی کوئی ترہیب وترغیب، یقین واعتماد کے اس رشتے کو مضمحل نہ کر سکے۔ اُسے اپنے مالکِ واحد جل وعلا کی کبریائی پر کامل بھروسہ ہو کہ دنیائے دنی کے جاہ واقتدار کو قطعاً وقعت نہ دے۔ ظاہر ہے زبان سے توحید ورسالت پر ایمان کا دعویٰ اتنا مشکل نہیں، دشوار ہے، تو اس کی دلیل۔ کیونکہ بادی النظر میں پورے معاشرے کو دعوتِ پیکار دینا ایک ضعیف انسان کے لئے خطرات وحوادث کے وسیع میدان میں داخل ہونے کے مترادف ہے، یہاں ماحول کے طواغیت سے نبرد آزمائی، دنیوی طنطنہ کے پجاریوں سے لڑائی، معاشرے کے قبائح سے جدائی اور پھر تحریص وترغیب کے دامِ ہمرنگِ زمین۔ مگر مومنِ کامل کسی چیز کی بھی پروا نہیں کرتا۔ وہ اپنے نورِ یقین سے ماحول کی تیرگی کو دور کرتا ہے، اپنے نفسِ گرم سے گرد وپیش میں زندگی کی روح پھونکتا ہے، ایمان اس کا سامان اور جذبات اس کا لشکر ہوتے ہیں۔ اگرچہ اُسے ہزار گونہ مشکلات کے لق ودق بیابانوں سے گزرنا پڑتا ہے، مگر پایانِ کار میدان اسی کے ہاتھ رہتا ہے۔ یہ لوگ گنتی کے ہوتے ہیں۔ مگر سچ پوچھئے تو یہی زبدۂ مخلوقات ہیں، اور انہی کے دم قدم سے ارض وسماء کی رونقیں قائم ہیں۔ اقرار باللسان (زبانی اقرار) کے ساتھ ساتھ **تصدیق بالقلب** (دلی تصدیق) کی اسی پختگی کا نام استقامت ہے۔ حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ نے ایک صحابی کو جنہوں نے ایک جامع ومانع ارشاد کے لئے درخواست کی تھی یہی فرمایا تھا

**قل امنت باللہ ثم استقم**　　　یعنی کہہ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر پھر ثابت قدم رہ۔

اسلام کی داستانِ حیات میں نازک سے نازک اور تاریک سے تاریک ادوار بھی آئے ہیں، ملتِ حنفیہ کا سفینہ بارہا شبِ تاریک وبیم موج وگرداب چنیں حائل کی کیفیت سے دوچار ہوا ہے۔ مگر پھر بھی آج تک اپنی اصلی شکل میں اگر محفوظ ہے تو انہی کی پُر خلوص رہنمائی کی برکت ہے۔ حق یہ ہے کہ ان پاکیزہ نفوس کا تصورِ موت وحیات ہی بہت ارفع واعلیٰ ہوتا ہے ان کے نزدیک

ہر ایک قید سے بالا مقامِ ہستی ہے　　　یہ صبح وشام، یہ لیل ونہار کچھ بھی نہیں

چنانچہ کبھی اسی مقصدِ عظیم کی خاطر حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ نے عشرت خانہ پر ظلمتِ زندان کو ترجیح دی اور کبھی نعرۂ حق ہی کی پاداش میں حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہٗ نے دار ورسن کو بوسہ دیا۔ غرض رب اکبر کے ان سچے بندوں نے کسی وقت بھی باطل کی حاکمیت تسلیم نہیں کی، بلکہ ہمیشہ اعلائے کلمۃ الحق کا مقدس فریضہ ادا کرتے ہوئے طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کا حق ادا کر دیا۔

وہ مردِ حق جس کا نامِ نامی زیبِ عنواں ہے، اس کی زندگی بھی اسی داستانِ ثبات واستقامت کا ایک درخشاں باب ہے۔ قدرت نے اسے فتنۂ اکبر کے انسداد کے لئے انتخاب کیا تھا۔ اس نے بتکدۂ ہند میں رسمِ خلیل کو ایسی آب وتاب کے ساتھ زندہ کیا کہ اوہام وظنون کے بت پاش پاش ہو گئے، جور واستبداد کے پیکروں نے اس کی موت وحیات کا فیصلہ خود کرنا چاہا مگر ربِ لم یزل کے دستِ قدرت نے ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ اس کے "صواعق محرقہ" نے ایک ایک خرمنِ باطل کو جھانکا، تاکا اور بالآخر جلا ڈالا۔ تکبر وغرور کے وہ مجسمے جو اس کے وجود کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے تھے، خود مٹ گئے یا

جھک گئے۔ مگر اس کا نام آج بھی ایسا زندہ ہے کہ زندگی کو اس پر ناز ہے اور ایسا اونچا کہ مہ و انجم کی رفعتوں کو شرمندہ کر رہا ہے۔ اس نے اسلام اور سنتِ نبوی کے احیاء کے لئے تن من دھن کی بازی لگائی اور عظمتوں کے خالق نے اسے مجدد الف ثانی کے منصبِ جلیل سے نواز دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی ۱۷۱ھ ہجری میں حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی چشتی علیہ الرحمۃ کے گھر پیدا ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام احمد رکھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی۔ پھر سیالکوٹ آ کر حضرت ملا کمال الدین کشمیری علیہ الرحمۃ سے علمِ دین کا اکتساب کیا۔ مولانا عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی علیہ الرحمۃ آپ کے ہم مکتب اور استاد بھائی تھے۔ آپ نہایت قلیل عرصے میں علم و فضل کے آفتاب نیمروز ہو گئے۔ ساتھ ساتھ علمِ باطن میں بھی کافی دسترس میسر کر لی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے نسبت ہوئی تو سونے پر سہاگہ ہو گیا۔ اب کیا تھا؟ زیادہ وسیع پیمانے پر ایمان و عمل کی مشعلیں روشن کرنے کا کام شروع ہو گیا۔

حضرت کے عنفوانِ شباب کے وقت ہندوستان کے تخت و تاج پر جلال الدین اکبر قابض تھا۔ یہ شخص ابتداء تو اسلام اور بزرگانِ دین سے واقعی عقیدت رکھتا تھا۔ مگر دھیرے دھیرے شیطان کے بندوں نے اسے دامِ تذویر میں پھنسا لیا۔ ابنائے درہم و دینار نے خوشامد کے ایسے دریا بہائے جو اکبر کے سرمایۂ دین و دانش کو بھی بہا کر لے گئے۔ اس کی ناخواندگی سے ابوالفضل و فیضی جیسے "دانشمندانِ بے دین" نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور وہ ان کی ابوالفضولیوں کے پیچھے لگ گیا۔ نوبت بانیجا رسید کہ ظالم نے شرعِ متین کے احکام کو پامال کرنے پر اکتفا نہ کی بلکہ ایک جدید دین کا بانی بن بیٹھا۔ طرہ یہ کہ بے دین نے اسی کو دینِ الٰہی قرار دیا۔ دراصل اسلام اور اہلِ اسلام کی تذلیل و اہانت ہی اس کا مطمحِ نظر بن گئی۔ کئی علمائے دین کو موت کے گھاٹ اسی لئے اتار دیا کہ وہ دینِ حق کے وفادار تھے نصرانیت کو کھلم کھلا پرچار کی اجازت تھی۔ ہندومت کو فروغ پانے کے پورے پورے مواقع حاصل تھے۔ فلسفہ یونان کے واہموں کو قبول کرنے میں مضائقہ نہیں تھا۔ جواہرادرستی جیسی انسان کش رسوم کی بقاء کا جواز تلاش کیا جا سکتا تھا۔ ہاں مگر گنجائش نہیں تھی۔ تو رب اکبر کے بھیجے ہوئے دین اور سرورِ کون و مکان، ہادئ انس و جاں حضور احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے دیئے ہوئے قوانینِ حیات کیلئے نہیں تھی شاہانہ نوازشیں ان کیلئے وقف تھیں۔ جو اسلام اور بانی اسلام (علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام) کے احترام کے خلاف نت نئے نئے فتنے اور سازشیں ایجاد کرنے میں پیش پیش تھے۔ ذبح گاؤ جیسے شعارِ اسلام پر اس لئے پابندی تھی کہ ہندو اپنی گاؤ ماتا کے قتل کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخیاں بکنے والوں کو اس لئے امن میں رکھا گیا کہ اکبر اور ابوالفضل کی مخصوص امن پسندی کا یہی تقاضا تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے جن چشم دید ہولناکیوں کی تفصیل دی ہے ان کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

"اکبر کو خلیفۃ الزمان اور مہدی قرار دیا گیا۔ نصاریٰ کی طرح صور ناقوس بجائے جاتے۔ برہما مہادیو، بشن، کشن وغیرہ کی تعظیم کی جاتی اور سورج کی عبادت دن میں چار مرتبہ کی جاتی اور خود بادشاہ اس کے ایک ہزار نام کا ورد کیا کرتا تھا۔ نام نہاد اکبر رب اکبر کے حضور جھکنے کے بجائے قشقہ لگا کر آگ، پانی، درخت اور تمام مظاہرِ قدرت ہی نہیں گائے کے گوبر تک کی پوجا کرتا تھا۔ خنزیر اور شیر کو مباح اور گائے کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا۔ سود، شراب اور جوئے کو حلال ٹھہرایا گیا۔ سولہ سال سے پہلے لڑکے اور چودہ سال سے قبل لڑکیوں کا نکاح ممنوع ہو گیا۔ جوان عورتوں کو منہ کھول کر چلنے کی تلقین کی گئی اور ختنہ کی عمر بارہ سال کے بعد رکھی گئی۔ مردے کو پانی میں ڈالنے یا جلانے یا درخت سے باندھنے کا حکم دیا گیا۔ قبلہ کی طرف مردے کے پاؤں کرنے کا آرڈر نافذ کیا گیا (اور خود بادشاہ بھی قبلہ ہی کی طرف پاؤں کرتا تھا) تناسخ پر یقین کیا گیا اور اکبر کو سجدہ کیا جاتا۔ قرآن کو مخلوق، وحی کو محال اور معراج و شق القمر کو غلط کہا گیا۔ احمد، محمد، مصطفیٰ جیسے مبارک نام تبدیل کئے جانے لگے۔ فیضی بے فیض کتوں کی زبان منہ میں لیتا اور بعض دوسرے شعرا کی طرح ان کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ کم بخت جنابت کی حالت میں تفسیر سواطع الالہام لکھتا تھا"۔

علاوہ ازیں بہت سے عنوانات اور ہیں کہ کسی صورت بھی زبان قلم پر لانے روا نہیں ہیں۔ (حضور مجدد الف ثانی ۔۔ ایک تحقیقی جائزہ)

اندازہ کیجئے کتنی خباثتوں کی اشاعت کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی اور کتنے فتنوں کو شاہی سرپرستی حاصل تھی۔ ان کثیر التعداد فتنوں کی سرکوبی اور ایک مردِ درویش جس کے پاس بظاہر نہ کرسی اقتدار ہے اور نہ لاؤ لشکر، مگر پھر بھی تو کلا علی الحق خدمتِ دین کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے۔ اور وقت کی تیز و تند آندھیوں میں ایمان کے چراغ کو بجھنے نہیں دیتا۔ یہ سب کچھ سوزِ یقین کا اعجاز ہے اور اسے وہی سمجھتے ہیں۔ جنہیں مادی دنیا سے ورا کسی عظیم و جلیل قادر کی ماورائی قدرتیں نظر آتی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مدمقابل غیر منقسم برعظیم پاک و ہند کا شہنشاہ تھا۔ جو نہ صرف ایک نئے دین کا بانی تھا۔ بلکہ خلافت و نبوت کے پردے میں کبریائی تک کا مدعی تھا مگر اس سے بھی زیادہ خطرناک علم و دانش کے وہ نمائندے تھے جو اپنی مخصوص ذہنیت کے ساتھ حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے تھے۔ ایک طرف فلاسفہ یونان کی خرافات کا طوفان بلاخیز تھا۔ تو دوسری سمت نصرانیت و برہمیت کے ہولناک فتنے شیخ مجدد نے اس چومکھی لڑائی کے لئے تابانی کردار کے ساتھ ساتھ مومنانہ فراست سے کام لیا اور عرصہ قلیل میں شبانہ روز کی مساعی جمیلہ سے مخلصین کی ایک جماعت تیار کر لی۔

حضرت کے مے فرمودہ لائحہ عمل کی دو شقیں بہت اہم تھیں۔ (۱) غربا کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ اسلامی تعلیمات کی چلتی پھرتی تصویر بن جائیں (۲) اہل اقتدار میں سلیم الطبع افراد کو خوف خدا سے روشناس کرا کے نظام کتاب و سنت کے قیام کے جدوجہد پر مائل کیا جائے۔

حضرت شیخ مجدد نے اپنی تمام قوت کے اس جلیل القدر نصب العین کے لئے وقف کر دیا۔ زبان و قلم کو خوب استعمال کیا۔ ظاہر ہے جسے رب قدیر ہی پر بھروسہ ہو۔ رب قدیر اس کے لئے کافی کیوں نہ ہوگا۔ (الیس الله بکاف عبده) چنانچہ قدرت کی طرف سے دل کو انشراح کی وہ لازوال دولت، تقریر کو وہ تاثیر اور تحریر کو وہ تنویر ملی کہ انسانیت کی مردہ رگوں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور ہزاروں تاریک دل جگمگا اٹھے۔ ایک طرف قیامت کے منکروں کو مبداو معاد سے خاموش کیا تو دوسری طرف ضرورت نبوت سے انحراف کرنے والوں 'اثبات النبوۃ' کا تازیانہ مہیا کیا۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے۔ کہ ان کتابوں کے مدلل و پر مغز مضامین عنفوان شباب میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن استدلال کا وہ عالم ہے کہ بڑے بڑے متکلمین سر بگریباں ہو جاتے ہیں۔ توحید و رسالت کے موضوع پر رسالہ تہلیلیہ قلمبند فرمایا اور نام نہاد "مہدویت" کے فتنے کے لئے "معارف لدنیہ" کا اسلحہ تیار کیا۔

مختلف موضوعات پر مکتوبات شریفہ کا وسیع سلسلہ جاری کیا۔ جن میں ظواہر شریعت سے لے کر بواطن طریقت تک کے ہزاروں مسائل حل کئے ہیں۔ اور سینکڑوں عقدے کھولے ہیں۔ نتیجۃً غربا کی ایک اچھی خاصی تعداد کے علاوہ کئی معزز ترین امراء نے بھی آپ کی صدائے حق پر لبیک کہی۔ انہوں نے دین الٰہی کی دھجیاں اڑا دیں اور اکبر کی موت کے ساتھ اس کا رہا سہا اثر بھی زائل ہو گیا۔ ابوالفضل قتل ہوا (تیغ اعجاز رسول اللہ پر باغی بکشف اور فیضی کتوں کی طرح بھونکتا ہوا غلو و عذاب کی طرف سدھارا۔ سال فوتش چہ سگ پرستے مرد) ۱۰۰۴ ہجری)

اکبر کے بعد جہانگیر تخت نشین ہوا۔ اس نے کتاب و سنت کے دستور کے نفاذ کا وعدہ تو کر ہی لیا تھا۔ اور بظاہر یہی عہد اس کی کامیابی کا ضامن تھا۔ کیونکہ حضرت شیخ کے متوسلین نے اس کی امداد اسی شرط پر کی تھی۔ مگر اول اول اس کے ہاں بھی کئی قباحتیں قیام پذیر رہیں۔ مجدد الف ثانی ان تمام غیر اسلامی رسوم کا مکمل استیصال چاہتے تھے۔ ادھر عوام خواص بھی جوق در جوق ان کے حلقہ اثر میں آ رہے تھے۔ حاسدین نے جہانگیر کے کان بھرنا شروع کر دیئے۔ چنانچہ سلطان ہند کے دربار میں شہنشاہ ولایت کی طلبی ہوئی۔ حضرت نے آداب شاہی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عائد کردہ الزامات کا مسکت جواب دیا۔ البتہ سجدہ تعظیمی نہ کرنے سے مخالفین کو اور بھی موقعہ مل گیا۔ آپ نے عزیمت کی آبرو رکھتے ہوئے گوالیار کے گزشتہ زندان کو قبول فرمالیا۔ مگر غیر خدا کے سامنے جھکنا پسند نہ کیا۔ رب کی حکمت، حضرت نے اس علاقے کو بھی اسلام کی روشنی سے منور فرما دیا۔ اس عرصے میں جہانگیر گوناگوں پریشانیوں کا شکار رہا۔ ذہنی کوفتوں، جسمانی بیماریوں اور سیاسی انقلابوں نے اس کا دماغ ٹھیک کر دیا۔ پھر جرنیل مہابت خاں نے جو حضرت کا مرید صادق تھا۔ ایک فوجی کشمکش کے بعد جہانگیر اور اس کی چہیتی ملکہ نور جہاں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت شیخ کی طرف سے قتل کی اجازت کے برعکس حسن سلوک کی تلقین ہوئی۔ تو جہانگیر کے دماغ کے رہے سہے پرزے بھی درست ہو گئے۔ اب اس پر مرد خدا کی عظمت اور بے نفسی کھل چکی تھی۔ نہ جانے کیا خیال کر کے کبھی اس نے قید کے احکام صادر کئے تھے۔ مگر آج خود کسی نگر کی تیغ بازی کا گھائل تھا۔ تائید ربانی نے حق و باطل کا فیصلہ خود کر دیا تھا۔ اب کے سرتابی کی مجال تھی۔ چنانچہ جہانگیر حضرت امام ربانی کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ اور خلوص اعتقاد کا یہ عالم تھا کہ دین و دنیا کی فلاح کو حضرت کی دعا پر منحصر سمجھتا تھا

اصل میں حضرت شیخ کی عظمت جہانگیر کو زیر کرنے ہی میں مضمر نہیں بلکہ تمام خاندان مغلیہ کی صحیح تربیت سے آپ کا مقام بلند نمایاں ہوتا ہے۔ حضرت نے انہیں اصول جہانبانی سکھائے اور ان کے دلوں سے غرور و تکبر کی آلائشوں کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ ہند کے طول و عریض میں عظمت اسلام کا پرچم لہرانے لگا

۔ہاں ہاں ،اب الحاد وبیدینی کے طوفان تھم چکے تھے اور کوہ وکر میں ہر کہیں حق کا آوازہ بلند ہو چکا تھا۔کفر کی طاقت پاش پاش ہو چکی تھی۔اور ایمان اپنی تجلیوں کے ساتھ ہند کے بام ودور کو منور کر رہا تھا۔

یہ حضرت ہی کی پاکیزہ تعلیمات کا اثر تھا۔کہ شاہجہان نے تخت طاؤس بنایا تو شہنشاہ حقیقی کے دربار میں سجدہ ریز ہو کر کہنے لگا۔"اے خدا میں تخت طاؤس پر بیٹھ کر بھی تیرا ادنیٰ بندہ ہوں" ہوتے ہوتے اورنگ زیب عالمگیر کا زمانہ آیا جو تخت شاہی پر جلوس کے باوصف کسوت فقر میں ملبوس تھا۔اس کی ذات میں جو فقر و شاہی کا امتزاج تھا وہ انہیں کے صاحبزادے حضرت محمد معصوم علیہ الرحمۃ کی نظر کیمیا اثر کا فیض تھا۔

مگر حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی کا دائرہ کار صرف ملک ہند تک محدود نہیں تھا۔وہ سرور کونین ﷺ کے سچے اور عظیم نائب تھے۔انہیں عرب وعجم کو فیضان علم وولایت سے سیراب کرنا تھا۔ان کا سینہ مشکوٰۃ نبوت سے مستیز تھا۔چنانچہ بیرون ہند بھی آفتاب سرہند کی مقدس شعاعیں پہنچیں۔ماورا رالنہر کے اہل علم نے حضرت شیخ کی تعلیمات کی تصدیق کی اور بعض تو حلقہ ارادت میں بھی آ گئے۔مصر اور دوسرے اسلامی ممالک میں حضرت کے مکتوبات شریفہ ترجمہ کی شکل میں پہنچے اور ان علاقوں میں ایسا شہرہ ہوا کہ آج تک تفسیر وفقہ کے فضلا بڑے فخر کے ساتھ قال المجدد الفاروقی لکھ کر حضرت شیخ کی تصانیف کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

آپ کے ظہور سے قبل عموماً صوفیا اور علماء کی تحقیقات میں کچھ فروعی اختلافات موجود تھے۔شیخ مجدد کے شریعت کے اسرار اور طریقت کے غوامض سے ایسا پردہ اٹھایا کہ فریقین مطمئن ہو گئے۔امام ربانی ایک طرف حضرت امام اعظم کے خوشہ چین تھے تو دوسری طرف حضور غوث اعظم (رضی المولیٰ تعالیٰ عنہما) سے اکتساب فیض کر رہے تھے۔چنانچہ علم ظاہر اور کشف باطن کو اس انداز سے ہم آہنگ کیا کہ سب کو یہ انفرادیت تسلیم کرنی پڑی۔اسی مرتبہ جلیلہ کی پیش گوئی خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے ابتدا ہی کر دی تھی۔حضور کے ایک مکتوب شریف میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

"شیخ احمد نام مرد یست در سرہند کثیر العلم وقوی العمل روزے چند فقیر باذنشست وبرخاست کردہ عجائب ،بسیار از روزگار واقعات او مشاہدہ کردہ باں می نماید کہ چراغ شود کہ عالمہا از وے روشن گردند"۔ایک اور جگہ فرمایا۔

"میاں شیخ احمد آفتاب اند کہ مثل ماہزاراں ستارہ در ضمن ایشاں گم اند"۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بھی ایک بار ناراض ہو گئے۔بات اصل میں یہ تھی کہ ایک شخص حسن افغانی نے مکتوبات شریفہ کا مسودہ چرا کر شرارت سے فتنہ کھڑا کر دیا اس بد بخت نے بعض اپنی عبارات کو سیدنا شیخ مجدد سے منسوب کر دیا۔چنانچہ شیخ محقق نے ان کی تردید کی بعد میں جب حقیقت کھلی تو خود حضرت مجدد سے انہوں نے معذرت کر لی اور اپنی محبت کو ایک مقام پر یوں ظاہر کیا۔

"دریں ایام صفائے فقیر بخدمت شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ از حد متجاوز است واصلا پردہ بشریت وغشاوہ جلت بہ میاں نمانندہ آخر علم وعرفان کا یہ آفتاب ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ ہجری کو سرہند کی سرزمین میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

شاعر مشرق فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر | وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار |
| اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے | اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار |
| گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے | جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار |
| وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان | اللہ نے بروقت کیا جس کی خبردار |

☆.....☆.....☆

# عدل واحسان کا اسلامی تصور

رئیس المجاہدین الحاج صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی

عدل واحسان اسلامی تعلیمات کے دو اہم اصول ہیں، عدل واحسان کی جامعیت پر زور دیتے ہوئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

**ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان** (النحل:۹۰) ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

عدل واحسان پر عمل پیرا ہونے سے ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے، جس میں امن وسلامتی کی ضمانت ہے۔ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔ اسلام کے معنی ہی سلامتی کے ہیں۔ عدل واحسان کے اسلامی شعار کو اختیار کر کے ہی مثالی فلاحی معاشرے کا قیام ممکن ہے۔ قرآن مجید میں عدل کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**قل امر ربی بالقسط** (الاعراف:۲۹) ترجمہ: کہہ دیجئے میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے۔

قرآن مجید میں دوسرے مقام پر فرمان الٰہی ہے:

**و اذا قلتم فاعدلوا** (الانعام:۱۵۲) ترجمہ: اور جب تم بات کرو تو انصاف کی کرو۔

اسی طرح احسان کے بارے میں بھی قرآن مجید میں بڑی تاکید کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے:

**ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین** (التوبہ:۱۲۰) ترجمہ: بے شک اللہ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

**ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** (الرحمٰن:۶۰) ترجمہ: احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے۔

احسان کرنے والوں کو قرآن مجید بشارت دے رہا ہے:

**و اللہ یحب المحسنین** (آل عمران:۱۳۴) ترجمہ: اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

**ان رحمت اللہ قریب من المحسنین** (الاعراف:۵۶)

بے شک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر احسان کرنے کا حکم اس طرح دیا گیا۔

**و احسن کما احسن اللہ الیک** (القصص:۷۷)

اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔

عدل واحسان کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو ترجیح دے، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "مسلمان ایک دوسرے کے جسد واحد ہیں"۔

اسلام مکمل دستور زندگی ہے اسلام یہ چاہتا ہے کہ ایسا معاشرہ وجود میں آئے جس میں معاشرے کے دبے ہوئے انسانوں کی فلاح و بہبود، اعلیٰ اخلاق و کردار، کفالت اور عدل واحسان جیسی خوبیاں موجود ہوں اسلامی معاشرے میں معاملہ چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی، حاکم کا ہو یا محکوم کا، والدین کا ہو یا اولاد کا دوستوں کا ہو یا دشمنوں کا، اپنوں کا ہو یا بیگانوں کا دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا ہر ایک معاملے میں عدل واحسان کا پیش نظر رکھا جائے گا تاکہ معاشرے میں بہتر توازن آئے اور معاشرے سے وابستہ افراد احسن طریقے سے معاشرتی اور سماجی ذمہ داریاں نبھا سکیں۔

عدل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے تمام معاملات اور معمولات میں توازن اور تناسب قائم رکھا جائے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر کسی کو اس کے معاشی اخلاقی خاندانی سماجی اور سیاسی حقوق پوری دیانتداری اور ذمہ داری سے ادا کیے جائیں احسان کا مفہوم کسی دوسرے کے ساتھ ایسا عمدہ برتاؤ ہے جسے ہمیشہ اچھے لفظوں سے یاد کیا جاتا رہا ہے اور دوسرے کو اس برتاؤ سے اس بات کا احساس ہو کہ میرے ساتھ کسی نے ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔

احسان کی ایک اہم صورت یہ بھی ہے کہ کسی کو مصیبت سے نجات دلائی جائے، احسان میں عفوو درگزر، سخاوت وفیاضی، ایثار و قربانی اور ہمدردانہ خوبیوں اور نیکی کا تصور پایا جاتا ہے۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے احسان کی کیفیت یوں ارشاد فرمائی۔

ترجمہ: ''اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھتا ہے'' (بخاری شریف)

امام راغب اصفہانی نے عدل و احسان میں امتیاز کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: عدل یہ ہے کہ جس قدر دینا اور لینا واجب ہے اسی قدر دیا اور لیا جائے۔

اور احسان یہ ہے کہ جس قدر دینا فرض ہے، اس سے زائد دیا جائے اور جس قدر لینا فرض ہے، اس سے کم پر راضی ہوا جائے۔

امام قرطبی احسان کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

احسان یہ ہے کہ اپنے اعمال اور اخلاق و کردار کو اتنا بلند و بالا بنایا جائے (سنوارا جائے) جو دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے شرافت نرمی، فراخ دلی اور عمدہ اخلاق کا برتاؤ کیا جائے چاہے وہ کوئی بھی ہو یہاں تک کہ اپنے گھر میں پلنے والی بلی اور پنجروں میں بند پرندوں کی خبر گیری میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔

عام لوگوں کے ساتھ ساتھ والدین قرابت دار پڑوسی یتیم محتاج اور مسافر وغیرہ احسان کے زیادہ مستحق ہیں اسلامی تعلیمات میں ان کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ احسان کے زیادہ مستحق ہیں اسلامی تعلیمات میں انکے بارے میں خصوصیت کے ساتھ احسان کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

جب اللہ کریم کی مخلوق اپنے خالق کی رضا و خوشنودی کی خاطر کسی کیساتھ احسان کا معاملہ کرے گی تو اللہ کریم اس سے کہیں زیادہ احسان کرنے والا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پوری حیات طیبہ عدل وانصاف، احسان اور اللہ کریم کی مخلوق پر کرم رحمت و رافت سے معمور ہے۔ قریش کے چند سردار حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں قریش کی ایک عورت کی سفارش لے کر آئے جس نے چوری کی تھی انہوں نے سفارش کرتے ہوئے کہا فلاں سردار کی بیٹی ہے یہ بڑے معزز گھرانے کی چشم و چراغ ہے لہذا اس کے لئے سزا میں تخفیف کی جائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میری بیٹی بھی چوری کرتی تو میں اس کے لئے بھی اسی سزا کا ہی فیصلہ دیتا۔ تم میں سے پہلی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ ان میں سے کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور اگر کوئی غریب مفلس جرم کرتا تو اسے کڑی سزا دی جاتی۔ اسلام کی تاریخ میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خطبہ حجتہ الوداع عدل وانصاف، انسانی حقوق کا ایک ایسا چارٹر ہے جس کی مثال پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔

جو لوگ عدل و احسان کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں وہی سعادت مند لوگ معاشرے میں اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔

# چالیس سال کے بعد

# عطائے نبوت یا اعلان نبوت

محقق دوراں جناب حافظ محمد نصر اللہ مدنی آسوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## ولایت کے قائلین سے پانچ سوال

(۱) نبی کریم ﷺ نے بچپن میں جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور جو شخص نبی نہ ہو اور وہ جبریل علیہ السلام کو دیکھے تو وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۵۶ حدیث ۶۲۸۷) اگر نبی کریم ﷺ بچپن میں نبی نہیں تھے تو پھر آخر عمر میں نابینا کیوں نہ ہوئے؟

(۲) کوئی صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کردیں جس میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہو کہ میں چالیس سال سے قبل نبی نہیں ولی تھا۔

(۳) اگر کوئی عیسائی یہ سوال کرے کہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے افضل ہیں کیونکہ تمہارا قرآن کہتا ہے کہ ان کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی اور تمہارے علماء خود کہہ رہے ہیں کہ ہمارے نبی چالیس سال کے بعد نبی بنے۔ تو آؤ افضل نبی کا کلمہ پڑھ لو (معاذ اللہ) تو ان علماء کے پاس کیا جواب ہوگا؟

(۴) پروفیسر سعید صاحب سیالکوٹ آئے تقریر کے بعد کہا کسی نے کوئی سوال کرنا ہو تو کرو ایک آدمی نے کہا حضرت یہ بتائیں آپ کہتے ہیں کہ نبوت چالیس سال کے بعد ملی اعلان نبوت سے پہلے جو بیٹیاں ہوئیں وہ نبی کی بیٹیاں تھیں یا نبی کی؟ پروفیسر سعید صاحب خاموش کوئی جواب نہ دے سکے کہنے لگے اس کو باہر نکالو جلدی سے۔ (۵) کیا ولی معصوم ہو سکتا ہے؟ نہیں معصوم ہونا نبی کا خاصہ ہے اور اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی صغائر اور کبائر سے معصوم ہوتا ہے قبل از نبوت بھی اور بعد از نبوت بھی تو اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آپ چالیس سال تک ولی تھے نبی نہیں تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ولی کو معصوم مان لیا۔

ٹھنڈے دل سے غور کرنا اگر بات سمجھ میں آجائے تو فون کر دینا الحقیقہ میں آپ کا حق کی طرف رجوع کرنا شائع کر دیا جائے گا۔ ہر آدمی سے غلطی ہو سکتی ہے اور بہترین گناہگار وہ ہے جو توبہ کرلے نبی کریم ﷺ نے فرمایا كُلُّ بنی آدم خطّاءٌ وخيرُ الخطّائينَ التوّابون :(ترمذی 2499 مشکوۃ کتاب الدعوات باب الاستغفار 2341) اور سمجھانے کے باوجود اپنی غلطی تسلیم نہ کرنا تکبر کی نشانی ہے اور جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لايدخلُ الجنةَ مَنْ كانَ فِي قَلْبِهِ مِثقالُ ذَرّةٍ مِنْ كِبْرٍ اَلْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ (مسلم 147 مشکوۃ کتاب الادب باب الغضب 5108)

میں ایک دن سیالکوٹ کی ایک عظیم مادر علمی جامعہ نعمانیہ میں اپنے پیر بھائی و استاد علامہ خاور حسین نقشبندی آسوی ناظم تعلیم جامعہ نعمانیہ سے

منے گیا تو آپ فرمانے لگے کہ جب ہمارے پیرو مرشد حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب رحمہ اللہ کو پتہ چلا کہ مولوی اشرف سیالوی کوئی کتاب لکھ رہا ہے جس میں وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا کہ نبی کریم ﷺ چالیس سال تک نبی نہیں بلکہ ولی تھے تو آپ نے بہت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا. اگر زندگی نے مہلت دی تو میں اس کا ردضرور لکھوں گا تو میں نے کہا اس کا مطلب ہے ہمیں اس کا رد لکھنا چاہئے اس سے حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی روح خوش ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ یہ تحریر ہی ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے

؎ مزہ تب ہے کہ سرکار محشر میں کہہ دیں　　　　وہ دیکھو غلام آ گیا ہے

تو علامہ صاحب فرمانے لگے ضرور لکھیں اب تو دو اور مولوی بھی اس کے ہمنوا بن گئے ہیں۔۔ ان مولویوں کو کیا ہو گیا ہے پہلے بھی ایک پروفیسر نے یہود و نصاریٰ کو مومن کہہ کر فتنہ کھڑا کیا تھا اور اب یہ مولوی چالیس سال سے پہلے نبوت کے قائل نہیں یہ بات میری سمجھ سے بالا ہے کہ یہ مودودیوں اور وہابیوں والا عقیدہ پھیلا کر اس سے کیا نکالنا چاہتے ہیں ہوسکتا ہے ان کی کوئی اپنی مجبوری یا ذاتی مفاد ہو جس کی وجہ سے وہ اس بے بنیاد مسئلہ کو ہوا دے رہے ہیں لیکن ہماری بھی مجبوری ہے ہم اپنے آقا کے ادنیٰ غلام ہیں سرکار کی عظمت کے خلاف ہم کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہم اپنے اور بیگانے عالم اور غیر عالم کا امتیاز کئے بغیر اس کا رد کرنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ بقول اعلیٰ حضرت

؎ ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے۔

؎ اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں　　　　مگر مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ (اقبال)

نہ علماں وچہ پھسا سانوں کوئی نبی دی گل سانوں　　　　اوتھے علم دا سکہ نہیں چلدا جتھے عشق ہوراں واڈیرا

نہ اِدھر اُدھر کی بات کر یہ بتا قافلہ کیوں لٹا مجھے　　　　رہزنوں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

یقین جانیں میں علامہ خاور صاحب کی باتیں سن کر کانپ اٹھا دل خون کے آنسو رویا حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی یاد نے اور تڑپا دیا اے بے نیاز مولا تو علیم و حکیم ہے ہم نکموں کو حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے بدلے اٹھا لیتا ان کو چند سال اور مل جاتے تو ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتے مولا رحم فرمانا ہم کیا سن رہے ہیں۔

پر فتن دور ہے ہر آدمی فتنہ سے پناہ مانگے اپنے علم پر ناز کرے اور نہ عمل پر پتہ نہیں اس کا انجام کیا ہو علم و عمل کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا طالب رہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیشک آدمی دوزخیوں والے کام کرتا ہے لیکن ہوتا وہ جنتی ہے اور ایک آدمی جنتیوں والے کام کرتا ہے لیکن ہوتا وہ دوزخی ہے **اِنَّمَا الاعمالُ بِالْخَوَاتِیْمِ.** بیشک اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ (مشکوۃ 83 بخاری 6607 مسلم 112) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم میں سے بعض جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک نوشتہ تقدیر اس کے سامنے آتا ہے **فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَیَدْخُلُهٗ** اور وہ دوزخیوں والے کام کرنے لگتا ہے پھر وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ (مشکوۃ 82 بخاری 3208 مسلم 2643) مفتی احمد یار خاں نعیمی نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

احمد یارا پڑھے لکھے تے مان نہ کری تے مت آکھیں　　　　میں پڑھیا اوہ جبار قہار سداوے ڈول دیندا دُدھ کڑھیا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **بَادِرُوْا بِالاعمالِ فِتَنًا** ان فتنوں سے پہلے اعمال کرلو جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے کہ انسان صبح کرے گا مومن ہو کر اور شام کرے گا کافر ہو کر، اور شام کرے گا مومن ہو کر اور صبح کرے گا کافر ہو کر **یَبِیْعُ دِیْنَهٗ بِعَرَضٍ مِنَ الدنیا** دنیاوی سامان کی خاطر

اپنا دین فروخت کردیگا۔مشکوۃ 5383 کتاب الفتن،مسلم118)

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں: یعنی معمولی دنیاوی لالچ میں اپنا دین چھوڑ دے گا اس زمانہ کے علماء رشوت لے کر غلط فتوے دیں گے حکام رشوتیں لے کر غلط فیصلے کریں گے۔عوام پیسہ لیکر جھوٹی گواہی بلکہ شراب خوری اور قتل تک کردیں گے۔(از مرقات)

**فتنوں سے بچنے کی دعا:** نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب جب تم نماز پڑھ لوتو یہ دعا کرو: الٰہی میں تجھ سے اچھے کام کرنے، برائیاں چھوڑنے اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں، **وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِی اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ** اور جب تو اپنے بندوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہے تو مجھے فتنہ میں مبتلا کیے بغیر اپنی طرف اٹھالینا۔(مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب المساجد 726 احمد)

**فتنہ پرور مولوی اسلام کے لئے تباہ کن ہیں:** حضرت زیاد بن حدیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کے لئے کونسی چیز تباہ کن ہے؟ میں نے کہا نہیں۔فرمایا: عالم کی لغزش، منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت اسلام کے لئے تباہ کن ہے۔(رواہ الدارمی، مشکوۃ کتاب العلم 269)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **الا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرارُ العلماءِ واِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ العلماءِ** آگاہ رہو کہ بدترین شریر بُرے علماء ہیں اور اچھوں سے اچھے بہترین علماء ہیں۔(رواہ الدارمی، مشکوۃ کتاب العلم 267)

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں: کیونکہ عالم کے بگڑنے سے عالَم بگڑ جاتا ہے اور عالم کے سنبھلنے سے عالَم سنبھل جاتا ہے عالم مسلمانوں کے جہاز کا کپتان ہے ترے گا تو سب کو لیکر ڈوبے گا تو سب کو لیکر آج جتنے فرقے مسلمانوں میں بنے سب علماء سوء کی مہربانی ہے۔(مراۃ)

عقل عیار ہے سو بھیس بنالیتی ہے عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم (اقبال)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عنقریب لوگوں پر وہ زمانہ آئے گا جب اسلام کا صرف نام رہ جائے گا، قرآن کا صرف رواج ہی رہ جائے گا ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ﴿عُلَمَاؤُھُم شَرٌّ مِنْ تَحْتِ اَدِیْمِ السَّمَاءِ﴾ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلق ہوں گے ان سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹ جائے گا۔(بیہقی، مشکوۃ کتاب العلم 276)

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں: یعنی بے دین علماء سوء کی کثرت ہوگی جن کا فتنہ سارے مسلمانوں کو گھیر لے گا اس کا مطلب یہ نہیں کہ سارے عالم خراب ہو جائیں گے ورنہ دین مٹ جاتا اللہ تعالیٰ تا قیامت اس دین میں علمائے حق رکھے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ خیر خزانے ہیں اور ان خزانوں کی کنجیاں ہیں تو خوشخبری ہو اس بندے کے لئے جسے اللہ خیر کی کنجی، اور شر کا بند قفل (لاک) بنایا **وَوَیْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَہُ اللّٰہُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَیْرِ** اور خرابی ہو اس بندے کی، جسے اللہ نے شر کی کنجی اور خیر کا بند قفل بنایا۔(ابن ماجہ مشکوۃ کتاب الرقاق 5208) یعنی بعض لوگ ایسے شریر ہوتے ہیں کہ ان کے شر سے دوسرے محفوظ نہیں ہوتے، وہ لوگ منحوس ہیں۔انہیں شر کی چابیاں کہا گیا ہے۔تو ان مولویوں کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں وہ **مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَیْرِ** کا مصداق نہ بن جائیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں تم ان کا سوال مت کیا کرو **فَاِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ** کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہو گئے کہ وہ انبیاء سے بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور انبیاء سے اختلاف کرتے تھے۔(مسلم مشکوۃ کتاب الحج 2505)

پتہ چلا کہ انبیاء کی ذات کو اختلافی بنانا ہلاکت کا سبب ہے۔اور پھر اتنا واضح مسئلہ جن کو پتھر اور درخت بھی پہچانتے تھے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں ایسے مسئلہ میں اختلاف کرنے والوں سے پتھر اور درخت اچھے ہیں۔ کہ وہ بے جان ہو کر پہچان گئے اور یہ اشرف المخلوقات ہو کر نہ پہچان سکے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **اِنِّی لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّةَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّی لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ** میں مکہ کا وہ پتھر پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔(مسلم 2277 مشکوۃ کتاب الفضائل باب علامات النبوۃ 5853)

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنی نبوت سے بچپن شریف سے ہی خبردار تھے مکہ معظمہ کے پتھر اور در و دیوار حضور ﷺ کی نبوت کی گواہی دے چکے تھے پہلی وحی کے سارے واقعات حضور ﷺ کی بے علمی کی بنا پر نہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ اس وقت حضور ﷺ کو اپنی نبوت کی خبر نہ تھی آپ نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا یا یہ کہ حضرت خدیجہ اور ورقہ بن نوفل کے بتانے سے حضور نے اپنے کو نبی جانا غلط ہے آج بچپن شریف میں پتھر تک حضور ﷺ کو رسول اللہ نبی اللہ کہہ کر سلام کر رہے ہیں پھر بے خبری کیسی۔(مراۃ) یہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ پتھروں کو نبی کی نبوت کا پتہ چل گیا خود نبی کو نہ چل سکا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ وہ پتھر کہتا تھا السلام علیک یا نبی اللہ (مرقات جلد ۹ ص ۳۷۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان)

**پتھر نے کونسا سلام پڑھا:** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا ہم اس کے بعض اطراف میں گئے تو **فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** کوئی درخت پتھر آپ کے سامنے نہ آیا مگر وہ کہتا تھا یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو۔(ترمذی 3626 مشکوۃ کتاب الفضائل باب المعجزات الفصل الثانی 5919) پتہ چلا کہ الصلاۃ والسلام یا رسول اللہ کہنا جائز ہے حرام یا شرک نہیں اسے تو پتھر اور درخت بھی حرام نہیں سمجھتے یا رسول اللہ کے منکر پتھروں اور درختوں سے بدتر ہیں ہم نماز میں پڑھتے ہیں السلام علیک ایہا النبی اس کا وہی معنی ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ پتھروں اور درختوں نے یا رسول اللہ کہا ہے یا ولی اللہ نہیں کہا اگر آپ اس وقت نبی نہ ہوتے تو وہ کہتے السلام علیک یا ولی اللہ اور یہ بات پہلی حدیث سے ثابت ہو چکی ہے کہ سلام والا واقعہ اعلان نبوت سے پہلے کا ہے۔ کوئی مولوی کسی حدیث سے ثابت کرے کہ کسی درخت یا پتھر نے آپ ﷺ کو اعلان نبوت سے پہلے السلام علیک یا ولی اللہ کہہ کر سلام کیا ہو۔ صرف سلام ہی نہیں بلکہ پتھروں اور درختوں نے آپ ﷺ کو اعلان نبوت سے پہلے سجدہ بھی کیا ہے۔

**بارہ سال کی عمر میں پتھروں اور درختوں کا سجدہ کرنا:** حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو طالب شام کی طرف گئے ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی تشریف لے گئے جب وہ اس راہب کے پاس پہنچے تو سواریوں سے اپنا سامان اتارنے لگے تو وہ راہب ان کے پاس آیا حتی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور بولا **ھذا سیدُ العالمین ھذا رسولُ ربِ العالمین یَبْعَثُهُ اللّٰهُ رحمةً للعالمین** یہ تمام نبیوں کے سردار ہیں یہ رب العالمین کے رسول ہیں اللہ انہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا تو سرداران قریش نے کہا کہ تجھے کیسے علم ہوا وہ بولا کہ جب تم اس گھاٹی کے سامنے آئے تو **﴿لَمْ یَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَلَا یَسْجُدَانِ اِلَّا لِنَبِیٍّ﴾** کوئی درخت اور پتھر نہ رہا مگر وہ سجدے میں گر گیا یہ مخلوق نبی کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتی اور میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ہے۔

(ترمذی 3620 مشکوۃ کتاب الفضائل باب المعجزات الفصل الثانی 5918)

غور فرمائیں بارہ سال کی عمر میں اگر نبی کریم ﷺ صرف ولی ہوتے تو یہ درخت اور پتھر انہیں سجدہ ہرگز نہ کرتے کیونکہ ولی تو وہ راہب بھی تھا اسے درختوں نے سجدہ نہیں کیا درختوں پتھروں اور راہب کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اللہ کرے ان مولویوں کی سمجھ میں یہ بات آ جائے

؎ انداز بیاں گرچہ شوخ نہیں ہے میرا      شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

بندہ اگر شکر گذار ہو تو اللہ تعالیٰ نعمت دیکر واپس نہیں لیتا بلکہ اس میں اضافہ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم ۷) اور نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی شکر گذار نہیں ہو سکتا تو جب حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آدم علیہ السلام سے پہلے نبوت عطا کر دی گئی تھی تو پھر کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا کر کے پھر چھین لی ہو، صحیح حدیث سے نبوت کا عطا ہونا میں ثابت کرتا ہوں عطا کر کے واپس لے لینا کوئی مولوی ثابت کرے قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اور اے محبوب آپ کی پچھلی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے﴾۔ (پارہ ۳۰ سورہ والضحیٰ) اگر ولادت سے پہلے نبی ہوں اور ولادت کے بعد صرف ولی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے شان زیادہ تھی اب کم ہو گئی تو یہ ولایت والا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ تو علم عطا کر کے واپس نہیں لیتا تو نبوت عطا کر کے واپس کیسے لے لی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم اپنے بندوں سے چھین کر نہیں اٹھائے گا بلکہ علماء کو اٹھا لے گا۔ (بخاری 100 مشکوۃ کتاب العلم 206)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی فرمایا: وآدم بين الروح والجسد جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی 3609 مشکوۃ کتاب الفضائل 5758)

رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں میں نبی تھا یہ کہہ رہے ہیں ولی تھے ہم رسول اللہ ﷺ کی بات مانیں یا ان کی مانیں

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ہم علم الٰہی میں نبی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام کی نبوت کو جانتا تھا پھر اس میں حضور کی خصوصیت کیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

حضور ﷺ کی نبوت کا اعلان اس وقت ہو چکا تھا۔ (مراۃ)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک آخری نبی لکھا ہوا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی خمیر میں لوٹ رہے تھے۔ (احمد، مشکوۃ کتاب الفضائل 5759)

اشرف علی تھانوی نے ,,نشر الطیب،، میں ثابت کیا ہے: رسول اللہ ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وصف نبوت بلکہ ختم نبوت کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا البتہ نبوت کا ظہور حضور کی جسمانی پیدائش کے چالیس سال بعد ہوا ہے۔

اشرف علی تھانوی لکھتا ہے: اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت (عالم ارواح میں) ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب نبیوں کے بعد مبعوث ہوئے، اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا، سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے، جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔ (نشر الطیب ص ۷) یہ حوالہ خود سعید اسعد نے مناظرہ میں پیش کیا تھا۔

**اب پڑھیں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ:** عتبہ بن عبدالسلمی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے سوال کیا یارسول اللہ! آپ کی نبوت کی پہلی نشانی کیا تھی (تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا شق صدر والا واقع بیان فرمایا) میں بنو سعد کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا، میں اوران کا بیٹا بکریاں چرانے گئے ہم نے اپنے ساتھ ناشتہ نہیں لیا تھا میں نے کہا: بھائی جاؤ ہماری ماں کے پاس سے ناشتہ لے آ ؤ، میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس رہا پھر گدھ کی طرح دوسفید پرندے آئے، ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، پھر وہ دونوں میری طرف جھپٹے، ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمیں پر پیٹھ کے بل گرادیا، پھرانہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکالا اوراس سے دوسیاہ لوتھڑے نکالے، پھرایک نے دوسرے سے کہا، برف کا پانی لاؤ، اس پانی سے میرے پیٹ کودھویا اور پھر ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا پھر کہا اس دل کوسی دو اور اس پر نبوت کی مہر لگاؤ پھرایک نے دوسرے سے کہا: ان کوایک پلڑے میں رکھو اوران کی امت کو دوسرے پلڑ میں، ان میں سے کسی نے کہا اگران کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا۔ پھر میں نے اپنی رضاعی ماں کو واقعہ کی خبر دی، ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر کوئی افتاد نہ آ جائے انہوں نے مجھے اونٹنی پرسوار کیا اور مکہ لے آئی میری والدہ سے وہ واقعہ بیان کیا تو وہ اس سے خوف زدہ نہ ہوئیں اور فرمایا: میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (مسند احمد ج۴ص ۱۸۵، سنن الدارمی حدیث ۱۳، مجمع الزوائد ۱۳۸۴۱) حافظ الہیثمی نے کہا: امام احمد کی سند حسن ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ کا بچپن میں شق صدر کیا گیا اور نبی ﷺ نے شق صدر کو اپنی نبوت کی نشانی قرار دیا اور اس واقعہ سے اپنی نبوت کو پہچانا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ کو بچپن میں نبوت عطا کردی گئی تھی اوراس میں نبوت کا ثبوت ہے اور نبوت کے احکام اس وقت جاری ہوئے جب آپ کی عمر کے چالیس سال پورے ہوئے اور آپ کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا اوراس کی زیادہ وضاحت اس حدیث میں ہے۔

امام ابونعیم اپنی سند سے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یارسول اللہ! آپ کی نبوت کی ابتدا کیسے ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ سوال کیا ہے تو سنو! میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جارہا تھا، میں نے اپنے اوپر دو آدمیوں کی بات سنی، ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا: کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے کہا ہاں!، ان دونوں نے مجھے پکڑ کر گرادیا، پھر میرا پیٹ شق کیا، حضرت جبریل سونے کے طشت میں پانی لارہے تھے اور حضرت میکائیل میرے پیٹ کو دھورہے تھے، پھران میں سے ایک نے کہا ان کا سینہ چیرو اور جب میرا سینہ چیرا گیا تو نہ میرا خون نکلا اور نہ مجھے درد ہوا

(مجمع الزوائد 13843) پھر کہا اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو پھر جمے ہوئے خون کی طرح کوئی چیز نکال کر پھینک دی گئی، پھر کہا: ان کے دل میں شفقت اور رحمت بھر دو پھر چاندی کی مثل کوئی چیز داخل کی گئی، ان کے پاس کوئی سفوف تھا اس کو چھڑکا، پھر میرے انگوٹھی کو نرمی سے دبا کر کہا: اب آپ جائیں پھر میرے دل میں چھوٹوں کے لئے بہت رحمت اور بڑوں کے لئے دل میں بہت نرمی تھی۔ (دلائل النبوۃ رقم الحدیث 166 (مجمع الزوائد13843)(13543) حافظ الہیثمی نے کہا اس کے راوی ثقہ ہیں، امام ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے، (الوفا رقم الحدیث ۱۲۹، تفسیر در منثور ج ۸ ص ۵۰۳، روح المعانی جز ۳۰ ص ۳۰۰) اشرف سیالوی صاحب جو اس فتنہ کو سب سے زیادہ ہوا دینے والے تھے انہوں نے ,,الوفا،، کا ترجمہ کیا ہے اور اس

کے ص ۱۳۶ پر یہ حدیث موجود ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ نبی پاک ﷺ کو اس عالم عناصر میں بچپن میں نبوت دی گئی اور جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے نبی ہونے کا کیسے یقین ہوا تو آپ نے شق صدر کے اس مذکورہ واقعہ سے اپنی نبوت پر استدلال فرمایا، سو آپ کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا گیا۔ امام ابو نعیم کی روایت کردہ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب بچپن میں شق صدر کیا گیا تو آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور جو شخص نبی نہ ہو اور وہ جبریل علیہ السلام کو دیکھے تو وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے جب حضرت ابن عباس نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام کو مخلوق میں جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا، سوا اس کے کہ وہ نبی ہو، لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۵۷ حدیث ۶۲۸۷) علامہ ابن حجر مکی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے (الفتاوی حدیثیہ ص ۹۱)

اگر نبی کریم ﷺ بچپن میں نبی نہ ہوتے تو جبریل علیہ السلام کو دیکھنے کی وجہ سے آخر عمر میں نابینا ہو جاتے اور جب کہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا جس وقت آپ ﷺ نے بچپن میں جبریل علیہ السلام کو دیکھا اس وقت آپ نبی تھے، نیز آپ ﷺ کا سینہ چیرا گیا دل چیرا گیا تو آپ ﷺ کو درد ہوا نہ آپ ﷺ کا خون نکلا، آپ یہ تمام امور ملاحظہ فرما رہے تھے جب کہ عام بشر اور انسان کے لئے یہ امور متصور نہیں۔ پروفیسر سعید صاحب بھی اپنے آپ کو ولی سمجھتے ہوں گے کیا وہ اجازت دیں گے کہ ہم ان کا سینہ اور دل چیر کر دیکھیں وہ کبھی بھی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ دل نکالنے سے درد بھی ہوگا اور موت واقع ہو جائے گی جب کہ میرے آقا زندہ رہے تو پتہ چلا اس وقت آپ ولی نہیں نبی تھے۔

**بعض انبیاء کو بچپن میں نبوت عطا کیا جانا:** عام طور پر مشہور یہ ہے نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا کی جاتی ہے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ بھی چالیس سال سے پہلے نبی نہیں تھے۔ لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بعض انبیاء کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی جیسا کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا کر دی گئی تھی قرآن میں ہے: ﴿ یا یحیٰ خُذِ الکتاب بِقُوَّةٍ وَآتَیْنَاهُ الحُکْمَ صَبِیًّا﴾ اے یحیٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا کر دی۔ (سورہ مریم ۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت میں الحُکْمَ سے مراد نبوت ہے اور جب ان کو نبوت دی گئی تو ان کی عمر تین سال تھی۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۲۷)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: اس آیت میں الحُکْمَ کو نبوت پر محمول کرنے کی دو دلیلیں ہیں (۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کی صفات شریفہ بیان فرمائی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ انسان کی سب سے اشرف صفت نبوت ہے اور مقام مدح میں نبوت کی صفت کو ذکر کرنا دوسری صفات کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے، لہٰذا اس آیت میں الحُکْم کو نبوت پر محمول کرنا واجب ہے۔ (۲) الحُکْم سے مراد وہ حکم ہے جس کو غیر پر نافذ کیا جا سکے اور ایسا حکم صرف نبی دیتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بچپن میں نبوت کا ملنا کیسے معقول ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معترض معجزہ کا قائل ہے یا نہیں۔ اگر وہ

معجزہ کا قائل نہیں تو اثباتِ نبوت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اگر وہ معجزہ کا قائل ہے تو بچہ میں عقل اور نبوت کا ہونا شق القمر اور سمندر کو چیرنے سے زیادہ مستبعد نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۱۷)

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں۔ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ حکم سے مراد نبوت ہے، حضرت یحیٰ علیہ السلام کو سات یا دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی ہے اور اکثر انبیاء کو چالیس سال سے پہلے نبی نہیں بنایا گیا۔ (روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۰۵)

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں۔ جب بعض انبیاء علیہم السلام کو بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی ہے تو ہمارے نبی کریم ﷺ زیادہ لائق ہیں کہ آپ کو بھی بچپن میں اس نوع کی نبوت دی جائے اور جس کو سیدنا محمد ﷺ کے مقام کا علم ہے اور اس کی تصدیق ہے کہ آپ اللہ کے وہ حبیب ہیں، جو اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے تو وہ اس کو مستبعد قرار نہیں دے گا۔ (روح المعانی جز ۲۵ ص ۹۲)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر آپ پیدائشی نبی تھے اور آپ ﷺ نے چالیس سال تک تبلیغ نہیں کی تو آپ کا گنہگار ہونا لازم آئے گا، اس لئے آپ چالیس سال تک نبی نہیں ولی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چالیس سال تک تبلیغ نہیں کی کہ اس وقت تک آپ کو تبلیغ کرنے کا حکم نہیں آیا تھا تبلیغ کرنے کا سب سے پہلا حکم سورہ ,,مدثر،، میں دیا گیا۔ اے کپڑا لپیٹنے والے اٹھو اور لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ۔

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

ہر چند کہ امام احمد اور ابو نعیم کی روایت کردہ احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بچپن میں نبوت عطا کی گئی تھی لیکن ملا علی قاری کی ایک عبارت اس کے خلاف ہے۔ لکھتے ہیں: اس میں بحث ہے، سید نے کہا کہ نبی ﷺ کی بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے کچھ ایسی چیزیں ظاہر ہوتی تھیں جو معجزات کے مشابہ ہوتی تھیں، جن کو ارہاص کہا جاتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ چالیس سال سے پہلے نبی ہوں (رسول نہ ہوں) اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ چالیس سال سے پہلے ولی تھے پھر اس کے بعد نبی ہوئے، پھر اس کے بعد رسول۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۳۰۸ - ۵۶۸)

ملا علی قاری کی عبارت میں حسب ذیل امور قابل توجہ ہیں:

(۱) ملا علی قاری نے یہ نہیں لکھا کہ آپ لازماً اعلان نبوت سے چالیس سال پہلے ولی تھے بلکہ یہ لکھا ہے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ چالیس سال سے پہلے ولی تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے لیکن یہ زیادہ ظاہر نہیں ہے۔

(۲) ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ چالیس سال سے پہلے نبی ہوں رسول نہ ہوں اور ملا علی قاری نے کسی دلیل سے اس احتمال کو رد نہیں کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ملا علی قاری کے نزدیک بھی یہ جائز ہے کہ اعلان نبوت سے چالیس سال پہلے آپ نبی ہوں۔

(۳) ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے بعد آپ پہلے نبی ہوئے، پھر اس کے بعد رسول ہوئے۔ ملا علی قاری نے بغیر کسی دلیل کے یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ کو نبوت ملی، پھر رسالت ملی، اس لئے ان کا یہ قول مردود ہے، علماء امت میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کے حق میں نزول قرآن کے بعد نبوت اور رسالت میں فصل کا قائل نہیں ہے جب آپ پر قرآن کی پہلی آیت نازل ہوئی تو آپ صاحبِ کتاب ہو گئے اور رسول وہی ہوتا ہے جو صاحب کتاب ہو اور ہر رسول نبی ہوتا ہے، نیز نبی تو آپ پہلے سے تھے۔ نزول قرآن کے بعد رسول بھی ہو گئے۔

(۴) ہم متعدد احادیث صحیحہ سے یہ واضح کر چکے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی اور ملا علی قاری کے قول میں اتنی قوت نہیں

ہے کہ وہ ان احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکے۔ (تفسیر تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۴۶)

مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

محبوب کریم خارج میں بالفعل نبی تھے اور انبیاء کرام اس دلیس میں آپ سے استفادہ فرماتے تھے انبیاء کرام کی نبوت خارج میں موجود اور متحقق نہیں تھی بصرف علم الٰہی میں نبی تھے جب کہ آپ بالفعل اور خارج میں نبی تھے اور انبیاء ورسل اور ملائکہ کے مربی اور فیض رساں تھے جیسا کہ **کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث** سے اور **متٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ وآدم بین الروح والجسد** سے ظاہر ہے (ہدایۃ المتذبذب الحیران ص ۱۳۰) کاش آپ اسی بات پر قائم رہتے آخری وقت تک۔

**نبوت کے متعلق مودودی نظریہ:** نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ ﷺ نبی نہ تھے اور نہ ہی آپ کو بعثت کا علم تھا اس پر استدلال کرتے ہوئے مودودی لکھتا ہے **وما کُنْتَ تَرْجُوا اَنْ یُلْقٰی اِلَیْکَ الکتابُ** اور تم ہرگز اس کے امیدوار نہ تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائے (: پارہ ۲۰ سورۃ القصص ۸۶)

**ما کُنْتَ تَدْرِیْ مَاالکتابُ وَلَا الایمانُ** تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے (پارہ ۲۵ سورہ الشوریٰ ۵۲)

یہ آیات اس باب میں قطعی الثبوت ہیں کہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔ (سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۰۸)

جواب آیات تو تمام قرآن کی قطعی الثبوت ہیں۔ غالباً مودودی صاحب قطعی الدلالۃ کہنا چاہتے تھے یعنی یہ آیات اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہیں کہ نزول قرآن سے پہلے حضور ﷺ کو نبوت کا علم نہیں تھا، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے چنانچہ پہلی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت میں بظاہر خطاب حضور ﷺ سے ہے لیکن مراد آپ کی امت ہے (تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۴۴، مدارک التنزیل) یعنی امت کو یہ توقع نہ تھی کہ ان کو یہ کتاب عطا کی جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت قطعی الدلالت نہیں ہے اور اس روایت سے قطع نظر کر کے اس بات پر اصرار کیا جائے کہ یہ خطاب حضور ہی سے ہے تب بھی مودودی کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ مودودی نے آیت کا ایک اہم حصہ چھوڑ دیا ہے جس سے بات پوری صاف ہو جاتی ہے پوری آیت اس طرح ہے **وما کُنْتَ تَرْجُوا اَنْ یُلْقٰی اِلَیْکَ الکتابُ اِلَّا رَحْمَۃً مِنْ رَبِّکَ** اللہ کی رحمت کے سوا آپ کسی اور سبب سے کتاب ملنے کی امید نہ رکھتے تھے۔ (پارہ ۲۰ سورۃ القصص ۸۶)

امام رازی لکھتے ہیں: گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ آپ پر کتاب اللہ کی رحمت سے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کا ظاہری معنی مراد ہو یعنی آپ کو صرف اللہ کی رحمت سے توقع تھی کہ وہ آپ پر یہ کتاب نازل فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۶۲)

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو کتاب ملنے کی امید تھی لیکن یہ امید صرف اللہ کی رحمت سے وابستہ تھی کیونکہ نہ تو حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح آپ کو کسی کی دعا سے نبوت ملی نہ حضرت یحیٰ وسلیمان علیہما السلام کی طرح بطور میراث نبوت حاصل ہوئی تھی، خلاصہ یہ کہ آپ کی نبوت

پر کوئی ظاہری قرینہ یا کوئی دنیاوی سبب نہ تھا صرف اور صرف اللہ کی رحمت سے آپ کو نبوت حاصل ہوئی۔

قرآن کی دوسری آیت سے مودودی نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے **ما کُنْتَ تَدْرِی مَاالکتابُ ولَا الایمانُ** تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے (پارہ ۲۵ سورہ الشوریٰ ۵۲)

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نزول کتاب سے پہلے کتاب اور ایمان کے تفصیلی علم کو نہیں جانتے تھے گو کہ اس کا اجمالی علم آپ کو حاصل تھا۔

مودودی کے کہنے کے مطابق اس آیت کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ ﷺ (معاذ اللہ) صاحبِ ایمان بھی نہ تھے کیونکہ جب آپ کو ایمان کا علم ہی نہ تھا تو آپ مومن کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بارگاہ نبوت میں بے ادبی کی ایسی جسارت ہے جس سے مومن کا دل لرز جاتا ہے۔

اہل علم نے اس کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کیا علامہ آلوسی لکھتے ہیں: کہ اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن ہوتے تھے۔ اور محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جبریل کے وحی لانے سے پہلے قرآن کا اجمالی علم تھا۔ (روح المعانی ج ۲۵ ص ۵۸)

اس آیت کے علماء نے بہت سے جواب دیئے ہیں لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ اس آیت میں درایت کی نفی کی گئی ہے۔ اور درایت کہتے ہیں قیاس اور اندازہ سے کسی چیز کے جاننے کو اس لحاظ سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ ایمان اور کتاب کو قیاس اور اندازہ سے نہیں جانتے تھے یعنی آپ کو جو کچھ اس بارے میں علم تھا وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا تھا۔ قیاس اور اندازہ نہیں تھا، رہا یہ کہ آپ پہلے سے نبی تھے یا چالیس سال بعد نبی بنے تھے، اس کے بارے میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی نبوت عطا ہوئی اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی ﴿ **یا یحیی خُذِ الکتابَ بِقُوَّةٍ وَّاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا** ﴾ اے یحیٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا کر دی۔ (سورہ مریم ۱۲) تو جب یحیٰ علیہ السلام کو بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی نبوت مل سکتی ہے تو وہ کیونکر پیدائش کے وقت نبوت سے محروم ہوں گے جو اللہ کے محبوب ہیں اور جن کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو نبوت عطا فرمائی ہے۔ (روح المعانی ج ۲۵ ص ۲۰) (شرح مسلم سعیدی ج ا ص ۲۶۸)

## مودودی کے نزدیک ,,نبوت،، پیری کی دکان کے مترادف ہے (معاذ اللہ)

اس بحث کے آخیر میں ہم بڑے رنج اور کرب کے ساتھ اس حدیث کی تشریح میں نبوت کے بارے میں مودودی کی رائے پیش کر رہے ہیں: پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے، اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہ نے دیا، وہ کہتی میاں گھبراتے کیوں ہو جس چیز کی مدتوں سے تمنا تھی وہ مل گئی چلو اب پیری کی دکان چمکاؤ میں بھی نذرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں۔ (سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۳۷)

# کیا لفظ عشق کی نسبت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

# کی طرف کرنا ناجائز ہے؟

(بقیہ) ================================================ ﴿افضال حسین نقشبندی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۷)۔ ایک غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کے متعلق لکھتا ہے:

بندہ کبریا ثناء اللہ عاشق مصطفیٰ ثناء اللہ (سیرۃ ثنائی ۵۰۳، فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۶۳)

(۸)۔ وہابیوں کے حکیم صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے:

''قرآن وسنت کے شمس وقمر تو قیامت تک روشن اور تاباں رہیں گے گہنائیں گے بھی نہیں۔ یہ لامثال خیر کثیر ہے۔ حضرت خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی جس پر داعی بطحاء کے عشاق عالم میں اور علم کی صورت میں اپنے پیارے کی خیر کثیر بن گئے ہیں۔'' (ساقی کوثر ص ۲۷، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

(۹)۔ غیر مقلد کے ''شیر پنجاب'' مولوی منظور نے کہا ہے:

''میں عاشق نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) داہاں میں کی کراں تجھے شاواں نوں

(گلدستہ شیر پنجاب مولانا منظور احمد ص ۴۸ مطبوعہ نعمانی خانہ خانہ لاہور)

(۱۰)۔ غیر مقلد حافظ محمد ارشد کی بیٹی نے لکھا ہے:

''عاشق رسول جناب قاضی محمد سلمان منصور پوری'' (مخدوم العلماء مولانا محمد الیاس سلفی ص ۱۴۴ مطبوعہ دار الدعوۃ السلفیہ لاہور)

(۱۱)۔ غیر مقلد ''صمصام'' نے لکھا ہے:

نہ شوق توحید تے نہ شوق نمازدا نہ روزے دا شوق نہ حج نیاز دا

نہ عشق رسول، نہ کتاب قرآن دا سینے تے ہتھ بدھے جائیں

(گلشن صمصام ص ۵۶، ۵۸۷ مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد)

(۱۲)۔ نور حسین گرجاکھی نے کہا ہے:

''سر جک محمد ارب آکھے، تاں نبی سوہنے اٹھ بہن گے نی

مونہوں منگ نہ سنگ منظور کر ساں عاشق نال معشوق دے رہن گے نی''

(فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ص ۴۳ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ گوجرانوالہ)

(۱۳)۔ ''مورخ اہل حدیث'' کا لقب پانے والے اسحاق بھٹی نے ''تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی'' میں ''جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں چاہت کا اظہار اور عاشقانہ آہ وزاری کرنا'' باب کے تحت لکھا ہے:

اپنے رشق سے جل بل گیا جی کہواس دردوادارو کراں کی

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص ۴۳۹، ۴۴۰۔ مطبوعہ مولانا غلام رسول ویلفیئر سوسائٹی قلعہ میہان سنگھ)

اسی کتاب کے صفحہ نمبر 426 پر یوں لکھا ہے:

محمداے میری توبہ دے دشمن تساڈے عشق توں توبہ ناممکن

میرا لوں لوں لیا ہے عشق نے مل سمائی تو بدی ہائی ہے مشکل

(۱۴)۔ عبدالمجید سوہدروی نے ابوالکلام آزاد کے حوالے سے لکھا ہے کہ آزاد نے کہا:

"جو لوگ خدائے تعالیٰ کا نام وردِ زبان پر رکھتے ہیں اور اکثر اوقات 'اللہ اللہ' پکارتے رہتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور آپ کی سنت شریف سے عشق (والہانہ محبت) نہیں رکھتے وہ نہ تو قرآن کو سمجھتے ہیں اور نہ خدا کی ہستی" (سیرت آزاد ص ۴۰)

(۱۵)۔ ابوبکر غزنوی نے لکھا ہے:

"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا عشق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھنا چاہئے" (خطبات و مقالات ص ۲۶ مطبوعہ طارق اکیڈمی فیصل آباد)

لفظ "عشق" کی نسبت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے خود دیوبندی علماء کی کتب میں

(۱)۔ دیوبندی شیخ الحدیث زکریا کاندھلوی نے لکھا ہے:

"مشہور قصیدہ بہاریہ میں سے چند اشعار پیش کرتا ہوں یہ قصیدہ بہت طویل ہے ڈیڑھ سو سے زائد اشعار اس قصیدہ کے ہیں۔ جس سے حضرت اقدس کی والہانہ محبت اور عشق نبوی کا اندازہ ہوتا ہے" (تبلیغی نصاب عکسی فضائل درود شریف ص ۱۲۳ مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین نئی دہلی)

(۲)۔ جمیل احمد بالاکوٹی دیوبندی نے لکھا ہے:

"اہل اللہ کا تمام وقت یاد الٰہی میں گزرتا ہے وہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں مخمور و مست ہوتے ہیں"۔

(اک مرد صالح ص ۸ مطبوعہ مکتبہ زاد الفردوس گوجرانوالہ)

(۳)۔ دیوبندی "مفکر اسلام" ابوالحسن ندوی نے لکھا ہے:

" دردمندوں کی دوا ہے عشق محبوب خدا کاش مل جائے مجھے بھی عشق نور مصطفیٰ "

(سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ص ۱۸۳ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی)

(۴)۔ عبدالمعبود دیوبندی نے لکھا ہے:

"عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اہل صدق و صفا کا سرمایہ حیات اور وسیلہ نجات ہے۔ حضرت جہلمی میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں وارفتگی و شیفتگی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی"۔

(ماہنامہ حق چاریار اشاعت خاص عبداللطیف جہلمی ص ۱۵۳ مضمون پیکر صدق و صفا)

(۵)۔ طلحہ عابد دیوبندی نے لکھا ہے:

"(ضیاء القاسمی) پکے سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے" (آواز قاسمی ص ۷۸ مطبوعہ مکتبہ راشدیہ لاہور)

(۶)۔ ماسٹر محمد عمر دیوبندی نے انوار بہلویہ میں عنوان قائم کیا ہے:

"محبت و عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم" (انوار بہلویہ مختصر سوانح حیات عبداللہ بہلوی دیوبندی ص ۴۴ مطبوعہ کراچی)

(۷)۔ خالد محمود مانچسٹروی نے لکھا ہے:

"علمائے دیوبند کس قدر عشق رسول میں سرشار ہیں یہ اہل علم اور اہل محبت سے مخفی نہیں حضرت مولانا سید محمد بدر عالم بھی عشاق رسول کے اس قافلے میں ملتے ہیں" (مضامین و سوانح حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، مقدمہ خالد محمود مانچسٹروی ص ۳۰ مطبوعہ ادارہ المعارف کراچی)

(۸)۔ روح اللہ نقشبندی غفوری نے لکھا ہے:

"عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت مولانا قاسم نانوتوی کو زیارت نبی ہوئی"

(بزرگان چشتیہ کو خواب میں زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی)

(۹)۔ مومن خان عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق'' تھوڑا آگے جا کر لکھتا ہے، 'حضرت اسلع بن شریک کا عشق رسول'۔

(۱۰)۔ دیوبندی 'عما الدین محمود' نے لکھا ہے: ''سلطان صلاح الدین ایوبی کا عشق رسول''

(عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ایمان افروز واقعات ص ۷۵ مطبوعہ القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ)

(۱۱)۔ دیوبندی ''پیر'' ذوالفقار احمد نقشبندی نے ایک کتاب مسمی بہ ''عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم'' لکھی ہے جس میں جگہ بہ جگہ عشق رسول لکھا ہے۔

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت کے سرخیل اور امام اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں'' (عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ص ۸۷ مطبوعہ مکتبہ الفقیر فیصل آباد)

(۱۲)۔ ایک دیوبندی عبدالحمید سواتی کے متعلق لکھتا ہے:

داعی ہے دین حق کا وہ عاشق نبی کا ہے　　شمشیر حق بیان مرا عبدالحمید ہے (ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کا مفسر قرآن نمبر ص ۸۲۳)

(۱۳)۔ عابد میاں دیوبندی نے لکھا ہے:

دل میں ہے میرے عشق رسول عربی کا　　پروانہ ہوں میں شمع رخ پاک نبی کا

(رحمۃ العالمین ص ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل آرام باغ کراچی)

نوٹ: اس کتاب پر چودہ جید دیوبندی علماء کی تقاریز ہیں جن میں سے چند کے نام پیش خدمت ہیں۔ کفایت اللہ دھلوی، انور شاہ کشمیری، اصغر حسین دیوبندی، بشیر عثانی، عبدالشکور لکھنوی وغیرہ)

(۱۴)۔ اشرف علی تھانوی کے خلیفہ عنایت اللہ علی چاوے نے لکھا ہے۔ ''عنایت کر فزوں عشق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یا خدا مجھ کو''

(باغ جنت حصہ دوم ص ۳۳۲ مطبوعہ الفیصل اردو بازار لاہور)

(۱۵)۔ ایک دیوبندی مولوی نے لکھا ہے کہ: ''پورا عالم سوگوار ہے۔ ختم نبوت سو دمنٹ کے سچے عاشق رسول سے محروم ہوگئی''

(فاتح قادیانیت نمبر منظور احمد چنیوٹی ص ۱۷۷)

وہابیوں کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر بہتان:

وہابی کا یہ کہنا کہ حدیث میں لفظ ''عشق'' کی نسبت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف کرنے کی ممانعت آئی ہے ایسا ہی بدترین جھوٹ اور بہتان ہے جیسا کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شہادت القرآن میں جھوٹ میں شیطان کو مات کرتے ہوئے لکھ دیا کہ:

''صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جن کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئی گی کہ ہذا خلیفۃ اللہ المھدی'' (شہادۃ القرآن ص ۴۱)

حالانکہ لفظ عشق روایات میں موجود ہے:

من عشق فعف و کتم فمات مات شہیداً (تاریخ بغداد جلد ۵ ص ۱۵۶، ۲۶۲۔ جلد ۶ ص ۵۰، ۵۱۔ جلد ۱۳ ص ۱۸ مقاصد الحسنہ ص ۴۲۲ مطبوعہ بیروت) اسی روایت کو وہابیوں کے امام ابن قیم نے بھی نقل کیا ہے۔ (زاد المعاد جلد ۳ ص ۱۵۴)

الحمد للہ ہم نے اپنا موقف خود دیوبندی وہابی اکابر کی کتب سے نقل کر دیا ہے۔ وہابیوں کو لفظ 'عشق' پر فتویٰ بازی کرنے سے پہلے اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے۔

# مسائل دینیہ

محقق دوراں حضرت علامہ مفتی محمد نصر اللہ آسوی مدظلہ العالی

س:      دیہات میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ محمد حسین ڈسکہ

جواب: دیہات میں جمعہ درست ہے اور اس مسئلہ میں، میں نے اپنے پیر بھائی واستاد علامہ خاور حسین نقشبندی آسوی ناظم تعلیم جامعہ نعمانیہ سے بات کی تو انہوں نے فرمایا: کہ اعلیٰ حضرت کا فتاویٰ رضویہ میں فرمان ہے کہ جہاں جمعہ شروع ہو جائے اسے بند نہ کیا جائے کیونکہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ علامہ خاور حسین نقشبندی صاحب فرمانے لگے کہ اب تو دیہات شہر سے بھی ایڈوانس ہو گئے ہیں ہر سہولت گاؤں میں میسر ہے گاؤں کا رہنے والا بھی فوراً پوری دنیا میں رابطہ کر سکتا ہے اور ہر خبر گاؤں میں پہنچ رہی ہے

س:      تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا طریقہ بیان فرما دیں۔ ابو طلحہ محمد ابراہیم قادری عطاری گڑھی شاہو لاہور

ج:      توبہ دل کی تصدیق کے ساتھ ہونی ضروری ہے۔ صرف زبانی توبہ کافی نہیں اگر معاذ اللہ کئی کفریات بکے ہوں اور یاد نہ ہو کہ کیا بکا ہے تو یوں کہے ,,یا اللہ عزوجل! مجھ سے جو کفریات صادر ہوئے ہیں میں ان سے توبہ کرتا ہوں،، پھر کلمہ شریف پڑھ لے۔ اگر یہ معلوم ہی نہیں کہ کفر بکا بھی ہے یا نہیں تب بھی اگر احتیاطاً توبہ کرنا چاہے تو اسطرح کہے ,,یا اللہ عزوجل! مجھ سے اگر کوئی کفر ہو گیا ہو تو میں اس سے توبہ کرتا ہوں،، پھر کلمہ شریف پڑھ لے۔ مدنی مشورہ: روزانہ ہی سونے سے قبل احتیاطی توبہ وتجدید ایمان کر لینا چاہئے۔ یاد رکھئے! معاذ اللہ جس کا کفر پر خاتمہ ہوا وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔

تجدید نکاح کا معنیٰ ہے ,,نئے مہر سے نیا نکاح کرنا،، اس کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرنا ضروری نہیں۔ نکاح نام ہے ،ایجاب وقبول کا۔ ہاں بوقت نکاح بطور گواہ کم از کم دو مرد مسلمان یا ایک مرد مسلمان اور دو مسلمان عورتوں کا حاضر ہونا ضروری ہے خطبہ نکاح شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ خطبہ یاد نہ ہو تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف کے بعد سورہ فاتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کم از کم دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اس کی رقم مہر واجب ہے۔ تو اب مذکورہ گواہوں کی موجودگی میں آپ ,, ایجاب،، کریں یعنی عورت سے کہیں ,,میں نے اتنے حق مہر کے بدلے آپ سے نکاح کیا،، عورت کہے ,,میں نے قبول کیا،،

نکاح ہو گیا۔ بعد نکاح اگر عورت چاہے تو مہر معاف بھی کر سکتی ہے مگر مرد بلا حاجت شرعی عورت سے مہر معاف کرنے کا سوال نہ کرے۔

## حالت ارتداد میں نکاح کا مسئلہ:

مرتد ہو جانے کے بعد کوئی شخص اگر چہ بظاہر نیک راستے پر آ گیا، داڑھی، زلفوں، عمامے اور سنتوں بھرے لباس سے بھی آراستہ ہو گیا مگر اس نے اپنے کفر سے توبہ و تجدیدِ ایمان نہ کیا تو وہ بدستور مرتد ہے۔ توبہ و تجدید ایمان سے پہلے جو بھی عمل کیا وہ مقبول نہیں۔ بیعت کی تو نہ ہوئی، یہاں تک کہ اگر نکاح بھی کیا تو نہ ہوا۔ امام اہل سنت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معاذ اللہ اگر مرد یا عورت نے پیش از نکاح کفرِ صریح کا ارتکاب کیا تھا اور بے توبہ و (نئے سرے سے قبولِ) اسلام ان کا نکاح کیا گیا تو قطعاً نکاح باطل، اور اس سے جو اولاد ہو گی ولد الزنا، اسی طرح اگر بعد نکاح ان میں کوئی کوئی معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اس کے بعد کے جماع سے اولاد ہوئی تو وہ حرامی ہو گی۔ لہذا اگر کسی نے ارتداد کے بعد نکاح کیا ہو اور نکاح کے بعد اگر چہ توبہ و تجدید ایمان کر چکا ہو تو بھی اب نئے سرے سے نکاح کرنا ہو گا۔ اس کے لئے دھوم دھام شرط نہیں، گھر کی چار دیواری میں بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ اس کا طریقہ گزر چکا ہے۔ ہاں اگر لوگوں کے سامنے مرتد ہوا تھا اور پھر اسی حال میں نکاح کیا تھا تو پھر سب کے سامنے توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم کوئی گناہ کرو تو اس سے توبہ کر لو ﴿ اَلسِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةُ بِالْعَلَانِيَةِ ﴾ یعنی پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ۔ (المعجم الکبیر ج20 ص159) (گانوں کے ۳۵ کفریہ اشعار از مولانا الیاس قادری)

### احتیاطی تجدید ایمان کب کب کریں؟

مدنی مشورہ ہے کہ روزانہ کم از کم ایک بار سونے سے قبل (یا جب چاہیں) احتیاطی توبہ، و تجدیدِ ایمان کر لیجئے اور اگر با آسانی گواہ دستیاب ہوں تو میاں بیوی توبہ کر کے گھر کے اندر ہی کبھی کبھی احتیاطاً تجدید نکاح کی ترکیب بھی کر لیا کریں۔ ماں باپ، بہن، بھائی اور اولاد وغیرہ عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت نکاح کے گواہ بن سکتے ہیں۔ احتیاطی تجدیدِ نکاح بالکل مفت ہے اس کے لئے مہر کی بھی ضرورت نہیں۔

# روحانی علاج

☆☆☆☆ حضرت العلام جناب ابوابراہیم آسوی ☆☆☆☆

**قرآن سے شفا حاصل کریں:** اللہ تعالی نے فرمایا: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے (سورہ بنی اسرائیل :۸۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ :اَلْعَسَلِ وَالْقُرْآنِ. دو شفائیں اختیار کرو: شہد اور قرآن۔ (ابن ماجہ شریف مشکوۃ کتاب الطب حدیث 4571) یعنی بیماریوں میں شہد بھی استعمال کرو اور قرآنی آیات بھی دم کرو اگر شہد پر آیات دم کر کے کھایا جائے تو سبحان اللہ نور پر نور ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر مہینہ میں تین صبح شہد چاٹ لیا کرے، اسے بڑی بلا نہ پہنچے گی۔ (ابن ماجہ شریف مشکوۃ کتاب الطب حدیث 4570) یعنی شہد کے استعمال سے چھوٹی بیماریاں تو کیا شے ہیں بڑی بیماریاں بھی نہیں لگتیں۔ بلغمی بیماریوں کے لئے شہد بہت مفید ہے۔ اگر بیماریوں سے شفا چاہتے ہو تو چینی کا استعمال چھوڑ دو یا بالکل کم کر دو یہ میٹھا زہر ہے اس کی جگہ شہد استعمال کر دیا گڑ، شکر۔

**روزی کی فراوانی** وغیرہ مسند دارمی ہے کہ سورہ فاتحہ ۱۰۰ بار پڑھ کر جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سورہ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔ (دارمی مشکوۃ کتاب فضائل القرآن حدیث 2170)

تجربہ ہے ایمان اور یقین شرط ہے۔ اگر کسی کو کچھ بھی نہ آتا ہو سورہ فاتحہ سات بار یا تین بار بسم اللہ کے ساتھ اول آخر درود شریف تین تین بار پڑھ ہر قسم کی بیماری پر دم کرو پانی پر دم کرو پانی خود پی لو لوگوں کو پلاؤ انشاء اللہ شفا ہو گی بہتر یہ ہے کہ یہ عمل تین بار کرے اور تین دن دم کرے یعنی روزانہ تین تین بار دم کرے۔ اور نماز فجر کی سنتیں ادا کر کے فرضوں سے پہلے ۴۱ بار سورہ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کریں اور بیماروں کو پلاتے جائیں اور اپنے جسم پر دم کریں یا کسی بھی مقصد یا پریشانی کے لئے یہ عمل کریں ۴۱ دن تک کریں اور اس کے بعد ۴۱ کی بجائے ۱۱ مرتبہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں: اگر کوئی مشکل پیش آ جائے تو سورہ فاتحہ اس طرح ۴۰ بار پڑھو کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم کو الحمد کے لام کے ساتھ ملاؤ اور فاتحہ والے الرحمٰن الرحیم کو تین بار پڑھو اور آخر میں آمین کہو انشاء اللہ مقصد حاصل ہو گا۔

**مکان سے جن نکالنا:** اگر گھر میں جن رہتا ہو اور پریشان کرتا ہو تو سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی اور سورہ جن کی پانچ ابتدائی آیات پڑھ کر اور پانی دم کر کے مکان کے اطراف و جوانب میں چھڑک دینے کے بعد جن مکان سے چلا جائے گا اور انشاء اللہ پھر نہیں آئے گا۔

**بیماریوں اور آفتوں کو دفع کرنا:** سات دن تک گیارہ ہزار مرتبہ صرف اتنا پڑھے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِين اول آخر درود شریف تین تین بار بیماریوں اور بلاؤں کو دور کرنے کا بہت ہی مجرب عمل ہے۔ نماز کی پابندی ضروری ہے

**لاعلاج مرض کا علاج:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گذر ایک ایسے بیمار کے پاس سے ہوا جو امراض میں مبتلا تھا۔ تو آپ نے اس کے کان میں سورہ مومن کی آخری ۴ آیات پڑھیں وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا میں نے بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی یقین رکھنے والا ہو اور یہ آیات پہاڑ پر پڑھ دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، مظہری۔)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَاتُرْجَعُوْن ☆ فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَابُرْهَانَ لَهُ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهُ لَايُفْلِحُ الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ کون کہتا ہے صبح جاگ نہیں آتی سورہ کہف کی آخری ۴ آیات جاگنے کی نیت سے پڑھ کر سو جائیں آنکھ کھلی گی۔ (دارمی شریف)

Settings\Administrator\Desktop\sub 002.jpg not found. Settings\Administrator\Desktop\sub.jpg not found.

## امریکی سائنسدانوں نے قرآن پاک کے تصور موت وحیات کو تسلیم کر لیا

### انسان کو آسمان سے نازل کیا گیا، موت کے بعد بھی حیات ہے۔تحقیقاتی رپورٹ

### تحقیق قرآن مجید کی روشنی میں کی گئی جو سو فیصد سچ ثابت ہوئی: ڈاکٹر سلور

واشنگٹن (اے این این) انسان کی پیدائش کے کیمیائی اور طبیعاتی وجود پر تحقیق کرنے والے امریکی سائنسدانوں نے قرآن کے تصور موت وحیات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان کو آسمان سے نازل کیا گیا ہے۔ جبکہ موت کے بعد بھی حیات ہے۔ امریکہ کے ایک فزیالوجسٹ ڈاکٹر الس سلور نے کتابی شکل میں شائع کی جانے والی اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں کہا ہے کہ انسان زمین سے نہیں بلکہ کہیں اور سے آیا ہے۔ زمین پر انسان کی آمد کسی دوسرے سیارے یا آسمان سے ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی کتاب میں بیشمار مثالیں اور ثبوت پیش کئے ہیں اور کہا ہے کہ بلاشبہ اس کی یہ تحقیق مسلمانوں کی آخری کتاب قرآن مجید کی روشنی میں کی گئی ہے جو سو فیصد سچ ثابت ہوئی ہے۔ امریکی سائنسدان نے قرآن میں موجود آیات کا ترجمہ پڑھا جس میں انسان کے علاوہ زمین اور آسمان کی تخلیق کے بارے میں بھی آیات موجود ہیں جس پر انہوں نے متاثر ہو کر تقریباً دس سال سائنسی انداز میں اس کی تحقیق کی اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ باقی مخلوق تو زمین میں ہی پیدا کی گئی ہے مگر حضرت انسان کسی دوسرے سیارے یا آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔ اس کتاب کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ ایک اور امریکی سائنسدان رابرٹ لانزا نے اپنی تحقیق میں کہا ہے کہ جو انسان دنیا میں پیدا ہوا ہے وہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا، موت ایک مرحلہ ہے جس سے ہر کسی کو گزرنا ہے خواہ وہ انسان ہو یا جانور اسے موت کا مزہ ضرور چکھنا ہے۔ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں نے قرآن پاک اور احادیث کا بھرپور مطالعہ کیا ہے اور اپنی طویل ترین تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو کچھ قرآن پاک میں ہے سچ ہے۔ انسان کی تخلیق اور اس کی موت ایک ایسی نادیدہ طاقت کے پاس ہے جو اسے پیدا بھی کرتا ہے اور اسے زندہ بھی کرے گا۔ رابرٹ لانزا نے کہا کہ موت کے بعد جب انسان کی روح پرواز کر جاتی ہے تو جسم میں کئی گھنٹے تک جان موجود ہوتی ہے، جس کی طبی دنیا نے بھی تصدیق کی ہے وہ اس تحقیق میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جس طرح انسان پیدائش سے لے کر بچپن، جوانی، بڑھاپے تک پہنچتا ہے اسی طرح موت کے بعد بھی مرحلہ موجود ہے۔ بیشمار سائنسی مثالیں پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرآن وہ کتاب ہے جو بلاشبہ خداوند کریم کا کلام ہے، اسی خدا نے تورات، زبور، انجیل بھی اتاری۔ امریکی سائنسدان نے یہ بھی کہا کہ تمام کتابوں کے مطالعے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہر کتاب میں آخری رسول پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اور آخری کتاب قرآن کا ذکر موجود ہے۔

# شیرانِ اسلام پاکستان

**تحفظ ختم نبوت نمبر جلد اوّل کی تقریب رونمائی RAMADA ہوٹل، اسلام آباد**

## محمد آصف کسانہ سیکرٹری نشر واشاعت پنجاب

اسلام آباد: نامہ نگار: عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور حکومت وقت فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے ٹھوس اقدام اٹھائے۔ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ وطن عزیز کے اہم شعبہ جات میں قادیانیوں کا تسلط انتہائی تشویشناک ہے۔ تحریک ختم نبوت میں شامل اکابرین اہلسنت کی خدمات اوران کے خصوصی مضامین پاکستان کے تعلیمی نصاب میں شامل کیے جائیں۔

منعقدہ ختم نبوت کانفرنس زیر انتظام شیران اسلام پاکستان "رمادا ہوٹل" اسلام آباد میں 5 نومبر بروز منگل خطاب کرتے ہوئے نمائندہ علماء کرام، مشائخ عظام اور مذہبی سکالرز نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سابق وزیر پٹرولیم ؍مذہبی اُمور، چیئرمین المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی حاجی محمد حنیف طیب، معروف کالم نگار چیئرمین زاویہ فاؤنڈیشن، رضاء الدین صدیقی، صاحبزادہ رانا محمد عطاء الحق نقشبندی سرپرست اعلیٰ شیران اسلام پاکستان، پیر سید صابر حسین شاہ بخاری مدیر مجلہ الحقیقہ ؍ختم نبوت نمبر، عرفان محمود برق (سابق قادیانی)، مرکزی امیر شیران اسلام خواجہ ناصر رحمانی، جناب بدیع الزمان بھٹی، ایڈوکیٹ، محمد آفتاب ناظم اعلیٰ پنجاب شیران اسلام پاکستان، محمد جاوید شیران اسلام پاکستان، اسلام آباد اور مشائخ وعظام نے شرکت کی۔ تقریب کتاب "ختم نبوت نمبر" کی تقریب رونمائی کے سلسلے میں منعقد کی گئی۔

علماء نے کہا فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے جذبہ عشق رسول سے سرشار امت کو بھرپور کردار ادا کرنا ہوگا۔ دنیا میں اور بالخصوص پاکستان میں دانستہ طور پر مختلف شعبہ ہائے جات میں قادیانیوں کی سرپرستی کی جارہی ہے یہ نہ صرف آئین پاکستان سے انحراف ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ اس پرفتن دور میں ہم پیغمبر اسلام وامن وسلامتی ﷺ کو مشعل راہ بنا کر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکتے ہیں۔ اسلام کی سربلندی اور جذب عشق رسول ﷺ سے سرشار شیران اسلام پاکستان سے وابستہ ہزاروں کارکنان استحکام پاکستان اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کیلئے سرگرم عمل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شیران اسلام پاکستان بنانے والے علماء ومشائخ کے مشن کی ظرامین ہے۔ ہم نظریہ پاکستان کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے اپنی جدوجہد رکھے ہوئے ہیں۔ وطن عزیز کے خلاف اندرونی وبیرونی سازشوں بالخصوص دہشت گردی کے خاتمے کیلئے صوفیاء کی تعلیمات پر یقین رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا وقت ضائع کیے بغیر اور ملکی سلامتی اور خودمختاری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حکومت طالبان سے مذاکرات کو یقینی بنائے۔ محب وطن علماء ومشائخ اور قیام پاکستان کے حامی علماء کرام کی بھی خدمات بھی اس ضمن میں بھی حاصل کی جائیں جو کہ نہ صرف غیر متنازعہ ہیں بلکہ ملک وملت کیلئے نیت اور پاکیزہ سوچ رکھتے ہیں۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی امیر شیران اسلام خواجہ ناصر رحمانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تنظیم جلد ہی ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد مہم شروع کررہی ہے جو اگلے چھ ماہ کے دوران ملک بھر کے تمام اضلاع میں، فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کا شعور پیدا کرنے کیلئے لٹریچر کی تقسیم، سیمینار اور مختلف پروگرام منعقد کرے گی۔ محمد آفتاب احمد ناظم اعلیٰ پنجاب شیران اسلام پاکستان نے ختم نبوت تحریک کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی اور ختم نبوت نمبر کی تقریب رونمائی میں استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے شیرانِ اسلام پاکستان کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "ختم نبوت نمبر کی اشاعت لمحہ موجود میں ناگزیر ہوگئی تھی، اس کتاب میں ختم نبوت کی پوری تاریخ کو یکجا کردیا گیا ہے۔ محمد جاوید امیر اسلام آباد شیران اسلام پاکستان امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز کی پریزنٹیشن پیش کی جسمیں معاشی ناانصافی کیلئے سود اور پاکستان امن امان کیلئے دہشت گردی کو بڑا چیلنج قرار دیا۔ آخر میں حاجی محمد حنیف طیب، سابق وفاقی وزیر نے ختم نبوت نمبر کی تقریب رونمائی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ختم نبوت نمبر کی اشاعت حضور مفکرِ اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمتہ اللہ علیہ، بانی شیرانِ اسلام پاکستان کا خواب تھا۔ شیرانِ اسلام پاکستان نے ختم نبوت نمبر شائع کرکے عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اِس موقع پر انہوں نے کہا کہ حکومت 295-C میں کسی بھی قسم کی ترمیم سے باز رہے، قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو فی الفور روکا جائے۔ اِس موقع پر انہوں نے تحریک شیرانِ اسلام پاکستان کے کارکنان اور عہدیداران کو ضخیم ختم نبوت نمبر کی اشاعت پر مبارکباد پیش کی۔ اس موقع پر شیران اسلام پاکستان کے بانی ممتاز علمی وروحانی شخصیت ومفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمتہ اللہ علیہ کی علمی روحانی مذہبی وملی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ تقریب میں موجودہ شیران اسلام پاکستان کے کارکنان عہدے داران سمیت علماء ومشائخ نے تحریک سمیت پاکستان بنانیوالے علماء ومشائخ اہلسنت کے مشن اور فکر کو پروان چڑھانے کا عزم کیا۔ مرکزی امیر شیران اسلام پاکستان نے آخر میں فتنہ قادیانیت کی سرکوبی اور دہشت گردی کے خاتمے، دفاع وطن اور نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے اجتماعی حلف لیا۔

Monthly Mujjalah **AL-HAQIQA** December 2013
Reg.No. C.P.L.169

